ماهنامه
المرشد

ستمبر
2007ء

قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

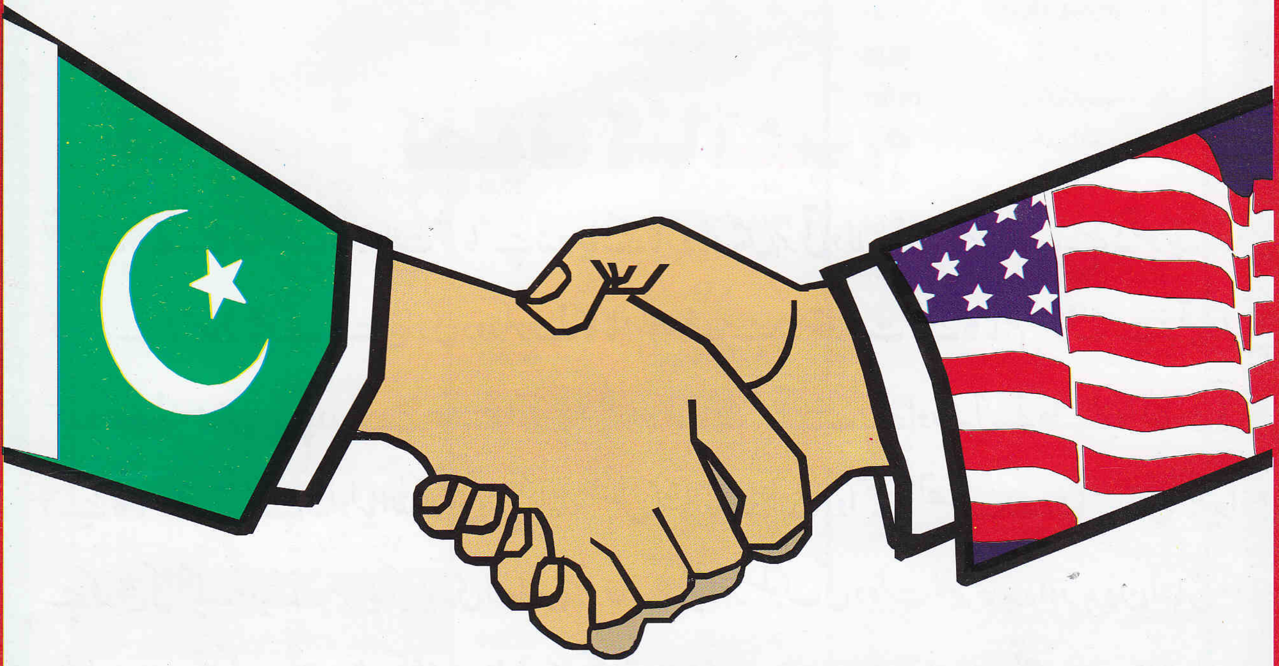

کفر سے دوستی کا نتیجہ

مسائل کی شاہراہ پر.......... منزل نظر نہیں آتی

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

دوا اور علاج

جدید تحقیق کے مطابق روس کے ماہرین نے ایک رسالہ شائع کیا تھا کہ شہد کو دودھ کے گلاس میں ڈال کر پیا جائے اور شہد والا نیم گرم دودھ پی کر بستر میں کچھ دیر لیٹ جانا چاہیے۔ رات کو سوتے وقت پی لے یا دن کو پیئے تو بستر میں گھس جائے تو قلب کے تمام امراض کا بہترین علاج ہے ساتھ دوسرے امراض سے بھی شفا بخشتا ہے۔

شہد آنکھ کا بھی بہترین علاج ہے اور پھوڑے پھنسی پر لیپ کیا جائے تو ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ درد کرتے ہوئے دانت پر روئی پر لگا کر رکھیں شفا ہوتی ہے غرض رب کریم نے اسے امراض سے شفا کا سبب بنا دیا ہے اور اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے بہت بڑی عبرت اور اللہ کریم کی عظمت کی دلیل موجود ہے اور شہد کی مکھی کو یہ شرف نصیب ہے کہ حدیث شریف کے مطابق مکھیاں جہنم میں جا کر اہل جہنم کے لئے عذاب کا باعث بنیں گی مگر شہد کی مکھی نہ جائے گی۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ مرض کے لئے دوا کرنا ہی قدرتی طریقہ ہے۔ صحابہ کرامؓ نے آپؐ سے پوچھا تھا کہ دوا یا جھاڑ پھونک جو ہم کرتے ہیں تو کیا یہ تقدیر کو بدل دیتے ہیں یعنی بیماری سے شفا ہو جاتی ہے تو فرمایا یہ بھی تو تقدیر الٰہی ہی کی صورت ہیں۔ بعض صوفیا سے جو مشہور ہے کہ وہ علاج پسند نہ کرتے تھے تو یہ سُکر اور مدہوشی کی باتیں تھیں بلکہ شرعاً تو علاج نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔

اداریہ

کفر سے دوستی کا نتیجہ

کرہ ارض پر پھیلے بے پناہ قدرتی وسائل کا غالب حصہ امت مسلمہ کے پاس ہے۔ دنیا کے نقشے پر ۵۸ ممالک ایسے ہیں جن میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہے۔ ہر طرح کی زمینیں اور ہر طرح کے موسم انہیں دستیاب ہیں اور بہترین بندرگاہیں ان کے قبضے میں ہیں۔ ہر طرح کی افرادی قوت انہیں مہیا ہے'ان کے تیل کے ذخائر کی بدولت یورپ وامریکہ کی چمنیوں میں روشنی نظر آتی ہے۔ تحقیق سے یہ بات بھی ثابت ہوئی ہے کہ دنیا بھر کے جدید ٹیکنالوجی کے بڑے بڑے اداروں کے کلیدی عہدوں پر مسلمان فائز ہیں۔ غرض امت مرحومہ کو قدرت کی طرف سے اتنا کچھ عطا ہوا ہے' جس کی تفصیل کسی کتاب میں ضبط کرنا بھی ممکن نہیں۔ بیان سے مقصود یہ ہے کہ اتنا کچھ میسر آنے کے باوجود حالت زار یہ ہے کفر ہم پر غالب ہے' خون مسلم ارزاں ہو چکا ہے اور اسلام کا نام لینے والوں کو عبرت کا سامان بنا دینے کی منصوبہ بندیاں ہو رہی ہیں نیز دنیا بھر میں مسلم عوام مظلوم' مجبور اور محروم نظر آتے ہیں

اُمت مسلمہ کی موجودہ حالت زار کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ مسلم ممالک کے حکمران عالم کفر سے دوستی گہری کرنے میں ایک دوسرے سے بازی لیجانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں اور انہی مسلم حکمرانوں کے ذریعے امریکہ ویورپ دنیا پر حکمرانی کر رہا ہے۔ مغربی قوتیں مسلمانوں کا استحصال کرنے میں پوری طرح سرگرم عمل ہیں لیکن مسلمان حکمران عیاشی کر رہے ہیں۔

مسلم دنیا کا اہم ترین ملک پاکستان ہے بلاشبہ اس وقت امت مسلمہ کی قیادت بھی اسی ملک کے کاندھوں پر ہے لیکن قائداعظم کے بعد آنے والا ہر حکمران اپنی سیٹ پکی کرنے کیلئے امریکہ نواز ہی ثابت ہوا اور ملکی تاریخ کے ساتھ ساتھ ''امریکہ پاکستان دوستی'' کی تاریخ بھی لکھی جاتی رہی۔ روس کی طاقت کا شیرازہ بکھرنے کے بعد جب امریکہ سپر پاور بن کر اُبھرا تو پاکستان کے حکمرانوں نے امریکہ کو اپنا قبلہ بنا لیا لیکن امریکہ نے پاکستان کو ہمیشہ ''ٹشو پیپر'' کی طرح استعمال کیا۔ جب امریکہ نے ظلم وبربریت اور وحشت کے مظاہروں کے لئے ایک بے مقصد جنگ کا آغاز کیا تو پاکستان اس جنگ کا فرنٹ لائن اتحادی بنا اور امریکی دوستی کی خاطر ہم نے اپنوں کے خون سے ہاتھ رنگین کر لئے۔ افغانستان کو تاراج ہوتے دیکھا' عراق کو جلتے پایا اور رفتہ رفتہ اس حالت کو آن پہنچے کہ ایک غیر جانبدار اور حق گو تجزیہ نگار کو کہنا پڑا ''دیگر مسلم ممالک کی امریکہ سے دوستی ہے لیکن پاکستان تو امریکی کالونی بن چکا ہے۔'' حیرت اس بات پر ہے کہ آگ وآہن کی اس دہشت ناک ترین جنگ کے فرنٹ لائن اتحادی بن کر اور ایک آزاد ملک کو امریکی کالونی میں تبدیل کر دینے کے باوجود بھی امریکہ ہم سے خوش ہے نہ ہماری دوستی پر اعتماد کرتا ہے۔ آج امریکی کہہ رہے ہیں کہ ''صدر مشرف سب کچھ دکھاوے کیلئے کر رہا ہے اندر سے وہ طالبان اور القاعدہ کے ساتھ ہے۔''

گذشتہ دنوں امیر محمد اکرم اعوان نے درس قرآن کے دوران اسی اہم سوال کا جواب دیا انہوں نے کہا کہ ''قرآن حکیم کے مطابق دنیا میں دو ہی قومیں ہیں مسلمان اور کافر۔ قرآن حکیم نے یہ اصول بھی بیان کر دیا ہے کہ مسلمان اور کافر میں دوستی نہیں ہو سکتی لیکن دوستی نہ ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اُن سے لازمی دشمنی ہی کرنی ہے۔ کافر سے لین دین' ملازمت' کاروبار' خرید وفروخت کی جاسکتی ہے وہ اگر ضرورت مند ہو تو نفلی صدقے سے اُس کی مدد کی جاسکتی ہے لیکن دلی دوستی اور ہمراز بنانے سے قرآن حکیم نے منع فرمادیا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ کافر' مسلمان کا دوست ہو ہی نہیں سکتا۔''

اُمت مسلمہ کی تاریخ اور بالخصوص ساٹھ سالہ پاکستانی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ صدیوں پہلے قرآن حکیم نے ہمیں جو اصول بیان فرمائے تھے ان سے روگردانی کر کے ذلت ورسوائی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ اس لئے آج ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلم دنیا کی قیادت باہمی اتحاد کا مظاہرہ کرے اور غیر مسلم قوتوں سے راہ ورسم بڑھانے کی بجائے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی کوشش کرے یہ نہ صرف اُمت مسلمہ بلکہ تمام عالم انسانیت کے بہترین مفاد میں ہے۔

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر — نشانِ منزل

کونسی ایسی بات ہوئی ہے — سوچ سمندر

متاعِ فقیر — آس جزیرہ — دیدۂ تر

آپ کی شاعری کیا ہے؟

فرماتے ہیں۔

''میری شاعری میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں؟ ان کا معیار کیا ہے بلکہ یوں کہئے کہ یہ اشعار ہیں یا نہیں' اس کی مجھے خبر نہیں' اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے اور نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے بہت سکھایا کم' سب کچھ محض اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔

اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرمؒ کا فیض نظر ہے اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔

اللہ کرے میں جو چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ میں آسکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا کہ بندہ صرف بات پہنچا سکتا ہے باقی سب توفیقیں اللہ کو ہیں۔''

نعت

رات حاضر تھا میں آقاؐ خواب میں در پر ترے
نور کی بارش برستی ہے ابھی دل پر مرے
پھول جیسے کھل رہے ہوں رہ گزاروں پر کبھی
اس قسم کا کیف طاری ہے مرے دل پر ابھی
یا کوئی ندی ہو جیسے کوہساروں میں رواں
گنگنا کے کر رہی ہو عظمت باری بیاں
یا کوئی چشمہ ہو جیسے دامن کہسار میں
نور کی کرنیں ہوں جیسے ابر لولو بار میں
یا کوئی ہرنی ہو سبزہ زار پر پھرتی ہوئی
آبشار نور ہو کہسار سے گرتی ہوئی
یا کنار جھیل کے ہو مور یوں رقصاں کوئی
قوس کے رنگوں میں دنیا پیار کی بکھری ہوئی
ہو شفق سے پھوٹتی سرخی کنار آب جو
ننھی ننھی تتلیوں کو ہے گلوں کی جستجو
یا چمن میں پھول جیسے کھل رہے ہوں جا بجا
رنگ برنگی خوشبوؤں سے ہو چمن مہکا ہوا
خواب کا لمحہ بنا ہے رونق بزم حیات
بس گئی ہے دل کی دنیا بن گئی ہے اپنی بات

اقوالِ شیخ

☆......بعض لوگوں کے پاس اقتدار ہوتا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بڑے خوشحال ہیں لیکن درحقیقت وہ بڑے پریشان حال ہوتے ہیں۔ بعض لوگ بظاہر مصیبت میں ہوتے ہیں لیکن اگر وہ مقبولان بارگاہ ہیں تو مصیبت کے اندر بھی ان کیلئے راحت ہوتی ہے۔

☆......یہ ہمارا کام نہیں ہے کہ ہم دوسروں کا مقام متعین کریں کہ یہ کیسا ہے۔ ہماری حیثیت یہ ہے کہ ہمیں اپنے بارے میں جاننا ہے کہ اللہ کا حکم کیا ہے، ہم کیا سوچ رہے ہیں اور ہم کیا کررہے ہیں۔

☆......ہر گناہ کچھ نہ کچھ بگاڑ جاتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ کی ناراضگی اور اللہ کے حبیب ﷺ کی ناراضگی پیدا کرتا ہے، اس سے بڑا بگاڑ کیا ہوگا! کوئی ضروری تو نہیں کہ مادی نقصان ہی ہو۔

☆......اسلام یہ ہے کہ سارے کے سارے اسلام کے اندر داخل ہوجاؤ اور اسلام کے باہر جو قدم بھی ہوگا وہ شیطان کے نقش قدم پر ہوگا۔

☆...... لوگوں میں جو اختلافات پیدا ہوتے ہیں وہ ان کی اپنی رائے سے ہوتے ہیں۔ ہر کوئی اپنی رائے منوانا چاہتا ہے۔

☆...... جب اللہ کا حکم موجود ہو، پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک کا ایک نظام موجود ہو، بات کرنے کا انداز، لینے دینے کا سلیقہ، مل جل کر رہنے کا طریقہ، محبت ونفرت کے انداز، صلح وجنگ کے انداز، والدین، اولاد، بیویوں کے حقوق، رزق کمانے اور خرچ کرنے کے طریقے، زندگی کے ہر کام کی جب اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے وضاحت کردی ہے تو پھر کتنی جرات کرتا ہے وہ بندہ جو خود کو مسلمان بھی کہلواتا ہے اور کام جب کرتا ہے تو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی رضا کو چھوڑ کر اپنی پسند سے کرتا ہے۔

کفر سے دوستی کا نتیجہ

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ ضلع چکوال 09-07-2007

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیمo

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیمo

ان الذین کفروا لن تغنی عنھم اموالھم ولا اولادھم من اللہ شیاءً واولئک اصحٰب النار ھُم فیھا خٰلدونo ....قل بینا لکم الایت ان کنتم تعقلونo

سورۃ آل عمران آیات نمبر ۱۱۶ تا ۱۱۸

اللہ کریم کی ذات اور اسکی عظمت' اسکے انبیاء اور کتاب اللہ کا انکار آخرت کا انکار اور دنیوی زندگی میں ایسا انہماک کہ سب کچھ دنیا ہی کو سمجھ لینا یہ بہت بڑی مصیبت ہے۔ آخرت کی زندگی اس دنیا کی زندگی سے زیادہ یقینی زیادہ مضبوط زیادہ موثر اور کبھی نہ ختم ہونے والی ہے لیکن بدنصیب لوگ دنیاوی زندگی میں اسقدر الجھ جاتے ہیں کہ خالق کائنات کو بھول جاتے ہیں اور پھر جب انہیں کچھ دنیوی مال ودولت نصیب ہو جاتا ہے اولاد نصیب ہو جاتی ہے تو وہ اس پر پھولے نہیں سماتے بلکہ ہماری عمومی سوچ یہ ہو چکی ہے کہ کسی نیک آدمی کو ہم خوش نصیب نہیں کہتے بلکہ جس کے پاس دنیا کی دولت دیکھتے ہیں اولاد دیکھتے ہیں، خوشحال دیکھتے ہیں' اُسے اللہ کا بڑا مقرب جانتے ہیں اُسے خوش نصیب کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس پر اللہ کا بڑا احسان ہے خواہ وہ کفر ہی کر رہا ہو۔

ان آیات میں اللہ کریم بروقت اطلاع دے رہے ہیں کہ مال اور اولاد اللہ کی گرفت سے بچا نہیں سکتے۔ عربی لفظ ''انذار'' کا اُردو ترجمہ ڈرانا لکھا جاتا ہے جو انبیاءؑ کی دعوت کیساتھ استعمال ہوتا ہے لیکن درحقیقت لفظ ڈرانا ''انذار'' کے مفہوم کو ادا نہیں کرتا بلکہ اس کا اصل مفہوم ہے بروقت خبردار کرنا یعنی بندے کی غلط کاریوں کا جو نتیجہ آخرت میں اُسے بھگتنا پڑے گا اس عذاب سے اُسے دنیا ہی میں خبردار کر دیا جائے۔ اور یہی اس آیت کریمہ کا موضوع ہے کہ جو لوگ کفر کر رہے ہیں اُن کے مال' اولاد اور انکی خوشحالی اللہ کریم کی بارگاہ میں کسی کام نہ آئے گی۔ دنیا میں مالدار ہونا' صاحب اولاد ہونا بہت بڑا خاندان ہونا یا بہت بڑی طاقت وقوت کا مالک ہونا' حکومت کا مل جانا' صاحب اقتدار ہونا ان میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو کل قبر میں یوم حشر میں اللہ کی گرفت سے بچا سکے بلکہ جو بھی کفر کرے گا جس کا خاتمہ کفر پر ہو گا وہ لوگ دوزخ کے رہنے والے ہیں اولئک اصحٰب النار جہنم کے رہنے والے ہیں اور ھُم فیھا خٰلدون اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

انسان کی یہ خصوصیت ہے کہ بنی آدم کی زندگی کبھی ختم نہ ہوگی۔ اس بارے قرآن حکیم میں آتا ہے یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی آپ ﷺ سے سوال کرتے ہیں کہ روح کیا ہے تو آپ فرما دیجئے روح امر ربی میں سے ہے۔ امر ربی کیا ہے یہ عالم امر سے ہے عالم دو ہیں ایک عالم خلق اور دوسرا عالم امر۔ عالم خلق کا تعلق اللہ کریم کی تخلیقات سے ہے۔ ساری تخلیق عدم سے وجود میں لائی گئی اس کے مزاج میں فنا ہے آپ کوئی چیز رکھ دیں رکھی رکھی گل جائے گی۔ انسان جیتا جیتا کمزور ہوتا چلا جاتا ہے' بوڑھا ہوتا چلا

جاتا ہے۔ درخت وقت کیساتھ ساتھ کمزور اور خشک ہوتے جائیں گے ایک دن کھوکھلے یا خشک ہو کر گر جائیں گے یعنی عالم خلق کے مزاج میں اللہ کریم نے فنا رکھ دی ہے۔ انسان اللہ کریم کی ایسی عجیب مخلوق ہے کہ اس کا وجود تو عالم خلق سے ہے لیکن روح عالم امر سے ہے۔ عالم امر صفات الٰہی سے ہے، صفات الٰہی کا مظہر ہے امر اللہ کی صفات ہے جس طرح اللہ کی ذات کو فنا نہیں اُسی طرح اسکی صفات کو بھی فنا نہیں۔ ایسی بات نہیں ہے کہ اللہ کریم پہلے نہیں پھر وجود میں آ گیا۔ اللہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا۔ اسکی کوئی صفت بھی ایسی نہیں کہ پہلے نہیں تھی پھر حاصل ہوگئی اور پھر نہیں رہے گی جس طرح اللہ کی ذات کو بقاء ہے اُسی طرح اسکی صفات کو دوام ہے۔ عالم امر صفات الٰہی کا مظہر ہے اور روح انسانی عالم امر سے ہے اب یہ وہ جانے جو مارے اور روح کا امر اور خلق کا خالق و مالک ہے کہ کس طرح روح کو تخلیق کیا خود فرماتا ہے۔ وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً تمہارا علم بہت تھوڑا نہایت محدود اور بہت قلیل ہے۔ تمہارے لئے یہ جان لینا کافی ہے کہ روح عالم امر سے ہے اس سے آگے یہ سوال اور یہ بحث کہ روح عالم امر سے کس طرح بنی اسکے اجزاء کیا ہیں اس کا تجزیہ کیسے کیا جائے یہ تمہارے علم و دانش اور شعور سے بالاتر ہے اس میں مت الجھو تمہارے لئے اتنا جاننا ہی کافی ہے کہ روح عالم امر سے ہے اور عالم امر کو فنا نہیں اسے دوام حاصل ہے اور اتنا مضبوط دوام ہے کہ جو وجود عالم آب و گل سے بنا جب اس کا تعلق روح سے ہو جاتا ہے تو اُسے بھی دوام نصیب ہو رہا ہے۔ اس دنیا میں مکلّف بذات بدن ہے اور روح اسکے تابع ہے لیکن حقیقی اثرات روح پر اور حقیقی زندگی پر قائم ہوتے ہیں۔ دنیا میں عمل بدن کرتا ہے وقتی نتائج عمل بدن وصول کرتا ہے مثلاً چوری کرتا ہے مال لوٹتا ہے، حرام کھاتا ہے تو اس کا تو پیٹ بھرتا ہے لیکن آخرت کے عذاب اسکی ابدی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں اور یہی اثرات روح پر وارد ہوتے ہیں اور موت کے ساتھ ہی برزخ سے اخروی زندگی کی ابتدا ہو جاتی ہے۔ موت کیا ہے

موت کو سمجھا ہے غافل اختتام زندگی

ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

موت روح اور بدن کو جدا کرنے والی ایک چیز ہے جو خود مخلوق ہے اللہ کریم فرماتے ہیں۔ خلق الموت والحیات موت کو بھی پیدا کیا حیات کو بھی پیدا کیا۔ قرآنی ترتیب کے مطابق موت کا تذکرہ پہلے آیا حیات کا بعد میں۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ یوم حشر موت کو بھی ذبح کر دیا جائے گا بتا دیا جائے گا کہ اب سے موت کا کام ختم ہو گیا۔ اب انسان کو ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے اس کے دو ہی ٹھکانے ہیں جنت یا دوزخ۔

موت گویا اخروی زندگی کی ابتدا ہے موت کے بعد بدن گل سڑ جائے یا سلامت رہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ برزخ میں مکلّف بذات روح ہو جاتی ہے اور بدن اسکے تابع ہو جاتا ہے دنیا میں دکھ، تکلیف گرمی، سردی بدن پر آتی ہے برزخ کا عذاب و ثواب روح پر ہوتا ہے۔ لیکن بدن کے ذرے ذرے کو پہنچتا ہے کیونکہ ہر ذرہ بدن کے ساتھ روح کا تعلق موجود رہتا ہے خواہ وہ مٹی میں مل جائے ہوا میں منتشر ہو جائے یا کسی جانور کا لقمہ بن جائے کہیں بھی جائے مادے کی کسی نہ کسی شکل میں موجود رہتا ہے جو ذرات بدن کا حصہ تھے اُن کا تعلق روح کیساتھ رہتا ہے روح کو اگر ثواب ملتا ہے تو ذرات بدن تک راحت پہنچتی ہے اگر روح عذاب میں ہو تو ذرات بدن کو تکلیف پہنچتی ہے۔

برزخ کے اختتام پر میدان حشر ہے وہاں روح اور بدن برابر مکلّف ہو جائیں گے۔ دونوں کو راحت نصیب ہوگی یا عذاب کی تکلیف۔

نازل کیں اور تمہاری راہنمائی کے لئے اسباب مہیا فرمائے تم نے توجہ ہی نہ دی اب اس کی تلافی کا وقت گزر چکا ہے اب اس پر رونے کا کوئی فائدہ نہیں اب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہ سب بھگتنا ہوگا۔

گذشتہ آیت میں کفار کو آخرت کے خسارے سے آگاہ کیا گیا اور ایک اصول بیان ہوا کہ کافر جو بھی کرتا ہے وہ اپنے دنیاوی مفاد کے لئے کرتا ہے نام خواہ دوسروں کا لے لیکن جو اللہ سے وفا نہیں کرتا انبیاء سے نہیں کرتا محمد رسول اللہ ﷺ سے وفا نہیں کرتا اللہ کی کتاب سے وفا نہیں کرتا وہ مسلمانوں سے بھلائی کیسے کرسکتا ہے۔ اس آیت میں مومنین کو منافق، کافر، مشرک وغیرہ کے ضرر سے محفوظ رہنے کا اصول بیان کیا جارہا ہے تاکہ اُن کو دنیا میں اُن سے نقصان نہ پہنچے

یایھا الذین امنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الایت ان کنتم تعقلون ۝ آل عمران ۱۱۸

اے ایمان والو! تم اپنوں کے سوا کسی کو بھیدی نہ بناؤ۔ یعنی ایسا شخص جو اللہ کو نہیں مانتا اللہ کے رسول ﷺ کو نہیں مانتا تم اس سے کسی بھلائی کی امید رکھتے ہو!

یہاں یہ اصول بتایا جارہا ہے کہ ایسے لوگوں کیساتھ مسلمان دلی دوستی نہ رکھے یعنی ایسا دلی دوست نہ بناؤ کہ تمہارے رازوں سے آگاہ ہوجائے تمہارا بھیدی ہوجائے۔ لین دین، ملازمت، کاروبار یہ الگ بات ہے یہ کسی سے بھی کیا جاسکتا ہے خرید وفروخت کفار سے بھی ہوسکتی ہے اُدھار لیا جاسکتا ہے اُدھار دیا جاسکتا ہے وہ ضرورت مند ہو، غریب مسکین ہو، بیمار ہو تو اسکی مدد نفلی صدقے کے ذریعے کی جاسکتی ہے لیکن دلی دوست اور ہمراز بنانا یہ بالکل دوسری بات ہے اصول یہ ٹھہرا کہ کافر کے ساتھ انسانی حد تک تو تعلقات درست ہیں ایمانی حد تک نہیں مومن سے مخاطب ہو کہ اللہ کریم فرماتے ہیں اُس کا ایمان الگ ہے تمہارا ایمان الگ کفر اور اسلام میں دوستی ممکن نہیں تم انہیں اپنا ایسا دلی دوست نہ بنانا کہ وہ تمہارا بھیدی ہو جائے اگر ایسا کرو گے تو وہ تمہارے ساتھ فساد کریں گے۔ آج مسلم ممالک کی حکومتیں امریکہ کو خوش کرنے کے لئے حد سے گزر گئیں لیکن امریکہ خوش نہیں ہوسکا۔ امریکی ٹیلی ویژن چینل پر تبصرہ بیان کرنے والے مبصر پاکستان کے حالات پر بات کرتے ہوئے بڑے آرام سے کہہ رہے تھے کہ امریکہ میں دہشت گردی اور عمارتوں کا گرنا سب القاعدہ کا کام ہے اور القاعدہ کو پاکستان کی آئی ایس آئی نے بنایا انکی تربیت کی انہیں ہتھیار مہیا کئے۔ اور یہ کہ پرویز مشرف بظاہر ہمارا دوست بنتا ہے لیکن دل کی گہرائیوں سے آج بھی وہ القاعدہ کیساتھ ہے طالبان کیساتھ ہے آج بھی طالبان کو تربیت دیکر دہشت گردی کیلئے آئی ایس آئی ہی بھجوا رہی ہے۔

کافر کی دوستی میں ہم نے تو عالم اسلام کو خون میں نہلا دیا اور کافر پھر بھی ہم سے راضی نہ ہوا۔ ہم وہ مسلمان ہیں جو پچھلے آٹھ سالوں سے مسلمانوں کا خون بہا رہے ہیں ہم وہ حکمران ہیں جو اپنی ہی رعیت کو بارود برسا کر فتح کر رہے ہیں ہماری ہی وہ مسلمان حکومت ہے جو آٹھ دس دن سے ایک مسجد پر گولہ باری کر کے مسجد فتح کرنے میں مصروف ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کہاں ہے وہ مشہور بریگیڈ جس نے وزیر اعظم کو پانچ منٹ میں نکال کر باہر کر دیا آج ایک ملاں کو نہیں نکال سکا۔ کیا عجیب تماشا ہے سارے شہر میں گولی لگنے کا خطرہ ہے آنسو گیس دور دور تک پھیل چکی ہے ایک مسجد پر سارا زور لگایا جارہا ہے یہ ڈرامہ کیوں بنا رکھا ہے؟ تاکہ کافر خوش ہوں کہ سارے داڑھی والے دہشت گرد ہوتے ہیں داڑھی والوں کو جگہ جگہ روک کر تلاشی لی جاتی ہے تاکہ امریکہ کو راضی کیا جاسکے۔ کیا یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ مسجد سے ڈیڑھ سو گز کے فاصلے پر آئی ایس آئی کا دفتر ہے سامنے وزارت امور

یوم حشر کے بعد ان میں علیحدگی نہیں ہوگی۔

ان آیات میں یہی حقیقت بیان کی جا رہی ہے کہ دنیا کی زندگی مختصر ہے لیکن نہایت قیمتی اسکے اختتام پر عندالموت' مابعدالموت' برزخ' یوم حشر یہ دنیوی جاہ وجلال' مال ودولت قبیلے خاندان و اولاد' قوت طاقت ان میں سے کچھ بھی اللہ سے نہیں بچا سکے گا بلکہ انہیں جہنم میں رہنا ہوگا کسی نے اللہ کی نافرمانی کر کے دنیا میں چند سال عیش وعشرت کر بھی لی تو اس کا فائدہ کیا ہوگا کیونکہ ہمیشہ کی زندگی تو دوزخ میں ہی گزارنی ہوگی۔

دنیا میں دیکھا جاسکتا ہے کہ کافر بھی بعض اوقات بھلائی کے کاموں پر پیسہ خرچ کرتے ہیں ہمارے علاقے میں آج بھی غیر مسلموں کے بنوائے ہوئے تالاب موجود ہیں اور انکے ناموں سے ہی مشہور ہیں لاہور میں سرگنگا رام ہسپتال اور گلاب دیوی ہسپتال ہندوؤں کے بنائے ہوئے انہی کے نام سے آج بھی مشہور ہیں انہوں نے ان اداروں پر بہت دولت خرچ کی آج تک لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچ رہا ہے تو کافر جو بھلائی کے کام کرتا ہے وہ کرتا ہی دنیا کے لئے ہے اس لئے اللہ اسکی نیکی اسے دنیا میں ہی لوٹا دیتے ہیں۔ آخرت پر تو اس کا ایمان ہی نہیں۔ آخرت کے لئے وہ نیکی کرتا ہی نہیں وہ آخرت کو مانتا ہی نہیں آخرت کے اجر کا وہ طالب ہی نہیں اس لئے وہ دنیا میں ہی نیکی کا اجر پالیتا ہے۔ ایک اصولی بات ہے ایک خریدار کسی دکان میں جاتا ہے اپنا سرمایہ دیتا ہے اور اسکے بدلے کوئی شے خریدتا ہے ظاہر ہے جو چیز وہ مانگتا ہے وہی چیز اسے ملتی ہے۔ دکاندار یہ تو نہیں کرے گا کہ خریدار نے مانگا کچھ ہو اور وہ دے کچھ اور۔ یہی حساب زندگی کے زیر نقد کا ہے۔ کافر اگر وقت خرچ کرتا ہے' محنت لگاتا ہے' دولت صرف کرتا ہے اور بھلائی کے فلاح کے کام کرتا ہے تو آخرت پر تو اس کا ایمان ہی نہیں کہ وہ آخرت کے اجر کا طالب ہو بلکہ وہ دنیا ہی میں مزید شہرت چاہتا ہے اور دنیا کا فائدہ چاہتا ہے تو وہ اسے دنیا میں ہی مل جاتا ہے مثلاً ملک کو تقسیم ہوئے ساٹھ برس ہو گئے لیکن ان کے نام کے ہسپتال آج تک چل رہے ہیں شہرت انہیں مل گئی یہی بات قرآن پاک ان آیات میں بیان کر رہا ہے کہ جو شخص محرومِ ایمان کیساتھ دولت خرچ کرتا ہے اسکی مثال ایسی ہے **مثل ما ینفقون فی ھذہٖ الحیوۃ الدنیا کمثل ریحٍ فیھا صرٌ. اصابت حرث قومٍ ظلموا انفسھم فاھلکتہُ.** اس مال کی مثال جس کو وہ اس دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے کہ ایک ہوا جس میں سخت ٹھنڈک ہو۔ ایسی تیز اور ٹھنڈی ہو کہ جہاں سے گزرتی جائے وہاں درختوں کے پتوں تک کو جما دے یعنی ایسا پالا اور ایسی سردی جو کھیتی کو نقصان پہنچائے ایسی نقصان دہ ہوا ان کی کھیتی پر چلے گی انکے دنیاوی اعمال پر چلے گی اور اُسے تباہ و برباد کر دے گی اور آخرت کے لئے اُن میں سے کچھ بھی نہ ہوگا کہ اپنا زرِ عمر انہوں نے آخرت کے لئے صرف کیا ہی نہیں اور یوں خود کو ہلاکت میں ڈال دیا **وما ظلمھُم اللہ ولٰکن انفسھم یظلمون** اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں یعنی اللہ کو نہ ماننا اللہ کیساتھ کفر کرنا اپنے آپ کے ساتھ ظلم ہے اور یہ زیادتی اللہ نے ان پر نہیں کی وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ یا اللہ ہم نے تو نیکی پر خرچ کیا تھا غریبوں پر خرچ کیا تھا انہیں کھلایا پلایا تھا بیماروں کا علاج کیا تھا عام لوگوں کے گزرنے کے لئے پل بنا دیے تھے جانوروں مویشیوں کے لئے تالاب بنائے تھے تیری مخلوق کا بھلا کیا تھا تو وہ فرمائے گا کہ تم نے یہ سب کیا تھا لیکن دینوی مفاد کے لئے آخرت کو تو تم مانتے ہی نہیں تھے لہذا وہ سب کچھ تو وہیں اُڑ گیا اس پر تو تیز آندھیاں چلیں سرد ہوائیں چلیں اور اسے تباہ کر کے رکھ دیا اور زیادتی خود تم نے اپنے ساتھ کی تمہیں چاہیے تھا کہ کام کرتے وقت اس کے اخروی نتائج پر نگاہ رکھتے اللہ کریم نے انبیاء مبعوث فرمائے کتابیں

کشمیر کی عمارت ہے تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر پریذیڈنٹ ہاؤس ہے پارلیمنٹ ہے ساری حکومتی عمارتیں گرداگرد ہیں درمیان میں ایک مسجد ہے اس میں اتنا اسلحہ کون جمع کرتا رہا؟ کہاں سے آتا رہا؟ کیوں نہیں کسی نے دیکھا؟ یہ سب کافر کو خوش کرنے کی کوششیں ہیں۔ کافر کو خوش کرنے کے لئے تو طالبان کو شہید کروایا یا پوری مدد دے کر افغانستان کو خاک وخون میں نہلا دیا اسلامی نظام کو نافذ کرنے والی اس حکومت کو ختم کرنے کے لئے کافر کی مدد کی جس نے ایک صدی بعد خلافت قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔

بلوچستان پر ایکشن کیا وزیرستان پر ملٹری ایکشن کیا اپنے ہی لوگوں کو مروایا کافر کو خوش کرنے کے لئے اور کافر ہی کہہ رہا ہے کہ پرویز مشرف یہ سب کچھ دکھاوے کے طور پر کر رہے ہیں ورنہ دل کی گہرائیوں سے تو یہ طالبان اور القاعدہ کے ساتھ ہیں یہی بات قرآن کریم بتا رہا ہے کہ جنہوں نے اللہ سے وفا نہیں کی اللہ کے حبیب ﷺ سے وفا نہیں کی وہ تمہارے وفادار کیسے ہونگے انہیں کبھی دلی دوست نہ بناؤ کہ وہ جتنے تمہارے بھیدوں سے آگاہ ہونگے اتنے تمہارے خلاف سازشیں کریں گے ودوا ماعنتم وہ تو چاہتے ہیں کہ تمہیں تباہ کردیں اُن کی تو دلی آرزو ہے کہ تم پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹیں، ہر دکھ تمہارے مقدر میں لکھا جائے، ہر مصیبت تمہارے صحن میں اُترے۔ ہر پریشانی سے تم دوچار ہو قد بدت البغضاء من افواھھم اُن کے منہ سے ان کے بُرے ارادے اور بغض ظاہر ہوتا رہتا ہے آج کے تناظر میں یہ حقیقت کس قدر عیاں ہے کہ یہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی کس دیدہ دلیری سے صدر صاحب کا نام لیکر کہہ رہے ہیں کہ یہ بظاہر ہمیں خوش کرتا رہتا ہے در حقیقت طالبان کیساتھ ہے اور طالبان کو دہشت گردی کی تربیت دے رہا ہے۔

وما تخفی صدورھم . جو دشمنی ان کے دلوں میں تمہارے خلاف ہے وہ بہت زیادہ ہے اور جو زبان پر آتی ہے وہ اس کا کم اظہار ہے۔

قدبینا لکم الایت ان کنتم تعقلون.

اللہ کریم فرماتے ہیں ہم نے تمہارے لئے حقائق کھول کر بیان کر دیئے ہیں اب یہ تمہارے ذمہ ہے کہ اللہ پر اعتبار کرتے ہو یا کلمہ پڑھنے کے باوجود بے یقینی کا شکار رہتے ہو۔ تمہیں اللہ کی بات پر یقین ہے یا کلمہ گو ہونے کے باوجود انہی پر اعتبار کرتے ہو جو تمہارے حقیقی دشمن ہیں تمہارے لئے کبھی بھلائی نہیں سوچ سکتے۔ کافر کبھی مومن کا دوست نہیں ہوسکتا اسکی آرزو ہوتی ہے کہ بندہ مومن پر زیادہ سے زیادہ دکھ اور تکلیفیں آئیں۔

اللہ کریم ہمیں ایمان اور یقین کی دولت سے نوازے اور کفار کی سازشوں سے اپنی پناہ میں رکھے آمین۔

امیر المکرّم کے بیانات ''ٹی وی چینل'' پر

الحمد للہ امیر المکرّم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کے پنجابی کے تفسیر قرآن کے بیانات ''اپنا'' ٹی وی چینل (پنجابی) پر باقاعدگی کے ساتھ ٹیلی کاسٹ ہونا شروع ہو گئے ہیں بیانات شام پانچ بجے کے خبرنامے کے بعد اور صبح 5:15 روزانہ نشر ہو رہے ہیں۔ تمام ساتھیوں سے گزارش ہے کہ بیانات باقاعدگی کے ساتھ سنیں اور دیگر دوست احباب کو بھی مطلع کریں۔

رحمت اللہ ملک '6 مزنگ روڈ' لاہور' فون نمبر 042-7310974 'موبائل 0333-4363022

E-mail- rahmat@rahmat.com

بیعت کی ضرورت واہمیت

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 31-07-2007

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیم○

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیم○

بیعت کے بارے اگلے روز بھی گفتگو ہوئی احباب کا سوال بھی تھا اور میں نے غالباً یہی کہا تھا کہ بیعت کرنے والے کے پاس بیعت سے پہلے اختیار ہوتا ہے اور یہ ضروری بھی ہے کہ اسے چاہیے کہ وہ تحقیق کرے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کونسی بیعت وہ کرر ہا ہے اس کے بارے میں نے عرض بھی کیا تھا اور بیعت کی ساری اقسام اوران کے بارے دلائل السلوک میں حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے بڑا واضح لکھ بھی دیا ہے اور بیعت تصوف کے بارے جو کچھ حضرتؒ نے لکھا ہے وہ یہ ہے کہ بیعت تصوف ایسے شخص سے کی جائے جو کم ازکم فنافی الرسول کراسکتا ہو۔ بیعت کی دیگر اقسام جو ہیں انکی شرائط مختلف ہیں۔

لفظ بیعت جو ہے یہ جو روزمرہ کا آپ کا ایک عام لفظ ہے۔ بیع وشرح بیچنا خریدنا یہ بھی اسی بیع سے مشتق ہے اور اس کا معنیٰ ہے کہ اپنے آپ کو دوسرے کے ہاتھوں سپرد کر دینا۔ اپنی مرضی ختم کر دینا۔ اپنی رائے چھوڑ دینا۔ خود کو بیچ دینا اور یہ بھی اللہ کے نام پر معاہدہ کیا جاتا ہے کلمات تعوذ، تسمیہ درود شریف پڑھا جاتا ہے گویا اللہ اور اللہ کے رسول کی عظمت کو درمیان میں لاکر معاہدہ کیا جاتا ہے۔ جو فریقین پہ بیعت لینے والے پہ یہ واجب کر دیتا ہے کہ جس سے وہ بیعت لے رہا ہے ہمیشہ اُسکی راہنمائی کا حق ادا کرے اور جو برکات اُس کے پاس ہیں وہ اسے دینے میں کوئی بخل نہ کرے، کمی نہ کرے۔ اس لئے شیخ کے سامنے سارے طالب ایک سے ہوتے ہیں وہ ایک سی توجہ دیتا ہے ایک سا القاء کرتا ہے ایک سی تربیت کرتا ہے ایک جیسی راہنمائی کرتا ہے اور آگے وصول کرنے والا جو ہے Receiving Hand اُس وصول کرنے والے کی اپنی کیفیات ہیں اپنی ایک استعداد ہے قبول کرنے کی بھی اور اطاعت کرنے کی بھی۔ جس قدر خلوص سے دل کی گہرائی سے وہ اطاعت کر رہا ہوتا ہے اُس قدر اُسکی قبول کرنے کی وصول کرنے کی استطاعت بڑھتی رہتی ہے اور جتنی وصول کرنے کی استطاعت ہوتی ہے اتنی برکات نصیب ہوتی رہتی ہیں۔

انسانی اوصاف کسی بھی لمحے بدل سکتے ہیں ہم ایک لمحے ایک آدمی سے محبت کرتے ہیں دوسرے لمحے نفرت بھی کر سکتے ہیں۔ ایک لمحے ایک آدمی کے ساتھ تعلق ہے دوسرے لمحے ناراضگی بھی بن سکتی ہے۔ تو یہ برکات کا تعلق اور حصول برکات کا تعلق ہے۔ تعلقات میں بھی خلوص اور گہرائی ہوتی ہے اُس پر ہوتا ہے۔ اگر اُسمیں کوئی تغایُر آتا ہے فرق آتا ہے تو یہ لازمی متاثر ہوتے ہیں اور یہ پھر اتنا حساس اور نازک معاملہ ہے کہ خدانہ کرے اگر یہ متاثر ہو جائے تو اسے دوبارہ بحال کرنا آسان نہیں ہوتا۔ نئے سرے سے حاصل کرنا آسان ہے لیکن اسے توڑ کر جوڑنا بہت مشکل ہو جاتا ہے تو کسی شاعر نے کہا تھا

رشتہ الفت کو ظالم یوں نہ بے دردی سے توڑ
جڑ تو پھر یہ جائے گا لیکن گرہ رہ جائے گی

کہ اگر آپ کسی ٹوٹی ہوئی تار کو ٹوٹے ہوئے دھاگے کو جوڑتے ہیں تو جڑ تو شائد جائے لیکن اُس میں گرہ آ جائے گی۔ وہ تسلسل، وہ روانی جو اُس میں پہلے تھی وہ لطف نہیں رہے گا تو جس طرح یہ چیزیں شیخ پہ واجب ہو جاتی ہیں جو بیعت لیتا ہے اور یہ آسان کام نہیں ہے یہ دنیا میں ہی نہیں میدان حشر میں بھی ایک ایک بندے کے ساتھ بیعت لینے والے کو جواب دینا پڑے گا کہ اگر اُسنے غلطیاں کیں ہیں تو پوچھا شیخ سے بھی جائے گا کہ تم نے اسے یہ تعلیم کیا تھا یہاں اُسے یہ صفائی دینی ہوگی کہ اللہ میں نے تو وہی کچھ کہا جو آپ نے فرمایا جو آپ کے نبی علیہ نے فرمایا یہ جو کمی یا کوتاہی اس نے کی ہے اب وہ عقیدے میں کی ہے یا عمل میں تو یہ اس کا ذاتی عمل ہے میں نے اسے خرابی کرنے کیلئے نہیں کہتا تھا شیخ کے فرائض میں یہ بھی ہے کہ وہ اپنے ذاتی مفاد کو لوگوں کے ساتھ وابستہ نہ کرے چونکہ اُس نے بیعت روزی کمانے کیلئے نہیں لی یہ اُس کا روزگار نہیں ہے یہ اللہ کے نام پر اُس نے ایک معاہدہ کیا ہے اُن کی راہنمائی کا اور بیعت تصوف میں تو اور ذمہ داری بڑھ جاتی ہے کہ نہ صرف ظاہر راہنمائی کرے بلکہ جو فیوضات قلبی ہیں بارگاہ نبوت کی برکات ہیں وہ بھی اُن تک پہنچائے اور ان کا اصول یہ ہے کہ جو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے ضمن میں قرآن کریم نے متعدد بار کہا ہے کہ

وما اسئلکم علیه من اجر. اکثر انبیاء نے خود نبی کریم علیہ نے بھی یہ اعلان فرمایا **وما اسئلکم علیه من اجر** میں تم سے اس کا کوئی معاوضہ نہیں چاہتا ان اجرالاعلی اللہ یہ ایسا کام ہے کہ بندے کو عقیدے میں، عمل میں اور پھر سب سے نازک کام ہے کہ کیفیات قلبی میں اُس کے دل تک برکات نبوت پہنچائی جائیں یہ بہت بڑا کام ہوگا اور بندہ اس کا معاوضہ دے ہی نہیں سکتا۔ کوئی بندہ برکات نبوت کو خریدنے کی طاقت نہیں رکھتا دنیا و مافیہا ساری دولت بھی جمع کر دی جائے تو اُس ایک کرن کا معاوضہ نہیں بن سکتی جو قلب اطہر سے آتی ہے۔ نبی کریم علیہ نے بھی فرمایا کہ **ان اجر الا علی اللہ** انبیاء سابقین کے بارے بھی قرآن کریم میں متعدد جگہ ہے کہ ہمارا معاوضہ اللہ دے گا یہ اللہ ہی دے سکتا ہے۔

نبی کریم علیہ نے دنیا سے پردہ فرمانے سے قبل آپؐ نے آخری مرض میں حضورؐ نے جو خطبہ دیا تھا اور لوگوں سے بات کی تھی تو اُس میں یہ ارشاد بھی ملتا ہے کہ دنیا میں جس بندے نے میرے ساتھ بھلائی کی میں نے اُس سے زیادہ اُسکے ساتھ بھلائی کی اور اُس کا قرض اُتار دیا سوائے ابوبکر صدیقؓ کے حضور علیہ نے فرمایا کہ اس شخص کی قربانیاں اتنی ہیں میری ذات پر کہ ان کا بدلہ اسے اللہ دے گا تو جو احسانات انبیاء کے ہوتے ہیں اُن کا ازالہ اُمتی نہیں دے سکتا۔ اسی طرح شیخ جو یہ نعمت پہنچانے کا سبب بنتا ہے وہ معاوضے سے اُس کا حق ادا نہیں ہوتا اور اگر وہ حق پر ہے تو وہ معاوضہ طلب بھی نہیں کرے گا اگر وہ دنیا چاہتا ہے یا معاوضہ چاہتا ہے یا پیسے جمع کرنا چاہتا ہے تو اُس کا مطلب ہے کہ وہ حق پر نہیں ہے اُس نے دنیا داری کا ایک ذریعہ بنالیا ہے کہ لوگوں کو اکٹھا کر کے اور آپ دیکھتے ہیں چونکہ جتنی بھی کوئی چیز قیمتی ہوتی ہے اتنی اُس کی نقل بھی ہوتی ہے بازار میں اور پھر اگر وہ کم یاب بھی ہو۔ کم ملتی ہو تو اور زیادہ نقل آ جاتی ہے تو تصوف کی نقل بازار میں اتنی آئی کہ ہمارے دانشور حضرات نے اور بیشتر علما نے اس کا انکار ہی کر دیا اور ابھی تک کئے جا رہے ہیں سب کا اصل بنیادی سبب عدم تحقیق ہے اور نقلی صوفیوں کا کردار ہے تو اگر نقل عام ہو جائے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اصل شے سے انکار کر دیا جائے وہ نقل خود اُس شے کا ثبوت ہوتی ہے کہ یہ چیز ہے تب اسکی نقل آ رہی ہے کسی بھی چیز کی نقل اگر بازار میں ملتی ہے اور آپ کہتے ہیں کہ یہ فراڈیے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ نقل تب ہی ہے کہ کہیں

اصل بھی ہوگی تو اس کا جو رویہ یہ اپنایا گیا ہے کہ اس سے انکار کر دیا جائے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ نقل کا ہونا اصل کے وجود کی دلیل ہے تو حق تو یہ ہے کہ بجائے انکار کے اصل کو تلاش کیا جائے کہ اگر نقل ہے تو کہیں تو اصل بھی ہوگی اور جتنے بندے مخلصین تھے اور اللہ کے طالب تھے انہوں نے یہی کیا اسباب و ذرائع سفر کے نہیں تھے۔ پیدل سفر تھا اور بہت مشکل تھا لیکن لوگوں نے اس کی تلاش میں کئی ممالک چھان مارے۔ مختلف مشائخ کے پاس گئے بڑے بڑے لمبے سفر کئے لوگوں نے اس لئے کہ اُن کے دل میں طلب تھی اور وہ نقل کو دیکھ کر مطمئن نہیں ہوئے اصل کی تلاش میں سرگرداں رہے اور اللہ قادر ہے طلب صادق ہو تو وہ نعمت پہنچا دیتا ہے اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے۔

والذین جاھدوا فینا لھدینھم سبلنا. جو ہماری ذات میں ہماری تلاش میں محنت کرتے ہیں ہم انہیں اپنے تک راستے دکھا دیتے ہیں مفسرین کرام اس آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں کہ یہ راستے ایسے ہی ہوتے ہیں کہ انہیں اپنے بندوں سے ملا دیتا ہے ایسے لوگوں سے ملا دیتا ہے جو اُسکی راہنمائی کرتے ہیں اُس تک وہ چیزیں پہنچا دیتے ہیں۔

تو بیعت سے یہ فرائض تو شیخ پر عائد ہوتے ہیں لیکن بیعت کرنیوالے پر اُس سے زیادہ عائد ہوتے ہیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور دوران خطبہ لوگ مسجد میں جیسے آج بھی رواج ہے لوگ داخل ہو رہے ہوتے ہیں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ جو جہاں تھا بیٹھ گیا ایک صحابی جہاں سب کے باہر مسجد سے باہر صحن سے باہر سب نے جوتے اُتار کے رکھے ہوئے تھے تشریف لا رہے تھے تو وہ وہاں پہنچے تو ارشاد ہوا بیٹھ جاؤ وہ وہیں جہاں لوگوں کے جوتے پڑے تھے وہ وہاں بیٹھ گئے تو خطبہ ختم ہوا تو حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ تم وہاں بیٹھ جاؤ۔

یا رسول اللہ میں نے تو صرف ایک جملہ سنا بیٹھ جاؤ اب اُس کے بعد میں نے سوال نہیں کیا کہ کہاں بیٹھنا ہے نہ یہ سوچا کہ کہاں بیٹھنا ہے میں نے ارشاد عالی سنا بیٹھ جاؤ میں یہاں آ کر بیٹھ گیا۔

تو بیعت کرنیوالا جو ہے اُس کا بھی اختیار ختم ہو جاتا ہے اور اُسے پھر وجہ دریافت کرنے کی ضرورت نہیں رہتی کہ مجھے یہ کیوں کہا گیا دوبارہ سوال نہیں کیا جا سکتا کہ اُسکی وضاحت پر جو کہہ دیا شیخ نے جو آپ نے سمجھ لیا درست اور فائدے میں وہی لوگ رہتے ہیں کہ جو سنا اور جو سمجھا اُس پر جرح نہیں کی عمل کر دیا کئی بار یہ ہوتا ہے کہ اُن کی سمجھ میں صحیح بات نہیں آتی لیکن جو سمجھتے ہیں اُس پر عمل کر کے وہ اجر کے مستحق ہو جاتے ہیں کہ جو سمجھا اُس پر وہ عمل تو کر لیا...... تو بیعت کرنے سے پہلے بہت سوچنا چاہیے بہت تحقیق کرنا چاہیے۔ بہت دیکھنا چاہیے۔ دنیا میں بیشمار جگہیں ہیں۔ موازنہ کرنا چاہیے ذاتی طور پر اور بندے کی ذات کو دیکھ کر کوئی سمجھ نہیں آتی۔

نبی کریم ﷺ کی بارگاہ عالی میں یہ سوال پیش کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ تو دنیا سے پردہ فرما جائیں گے نبوت و رسالت قیامت تک آپ ہی کی رہے گی۔ دین آپ ہی کا ہوگا اور ایسے لوگوں کی ضرورت پیش آئے گی جو راہنمائی کریں جو آپ کی برکات آگے پہنچائیں تو کیا دلیل ہوگی لوگوں کے پاس کہ وہ کس آدمی کو اپنا راہبر بنائیں کون بندہ صالح یا نیک ہے یا کون ولی اللہ ہے تو آپؐ کے ارشاد عالی کا مفہوم یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا جسے دیکھ کر خدا یاد آئے یعنی آپ جس کی صحبت میں جائیں جس کے پاس بیٹھیں اُسکی محفل میں جائیں تو وہ آپکو اللہ کی طرف لے جائے۔ آپ کی سوچیں اللہ کی طرف چلی جائیں۔ آپ کے دل میں اللہ کی عظمت آئے تو وہ بندہ درست ہے وہ ولی اللہ ہے میری برکات ہیں اُس کے پاس اور جس کے پاس بیٹھ کر یہ چیزیں نصیب نہ ہو وہ ولی اللہ نہیں ہے اب لوگوں

نے بھی زندگی میں شارٹ کٹ ڈھونڈنا شروع کر دیئے ہیں چونکہ مادی دنیا میں بہت سے ایسے وسائل آ گئے ہیں جس نے اُمور کومختصر کر دیا ہے جہاں سال لگتا تھا سفر میں گھوڑے پر اونٹ پر وہاں آپ جہاز پر پل بھر میں پہنچ جاتے ہیں۔ وہ چیز ایک بہت مختصر ہوگئی۔ علاج ہوتا تھا اور طبیب پہلے اسہال دیتے تھے کہ پیٹ صاف ہو جائے پھر دوا شروع کرتے تھے تو مہینوں لگ جاتے تھے دواء کا اثر کرنے تک اور مریض رفتہ رفتہ اُسکی صحت بحال ہوتی تھی اب ڈاکٹر آتا ہے وہ ایک انجکشن دیتا ہے وہ ساری دوا سیدھی خون میں شامل ہوکرفوری ایک اثر پیدا کر دیتی ہے جو بھی اچھا کرتی ہے یا بُرا لیکن اُس کا اثر فوراً ہو جاتا ہے دوا سیدھی خون میں چلی جاتی ہے۔ تو یہ زندگی میں شارٹ کٹس آ گئیں۔ ہم نے دیکھا کہ ہماری بڑی دادیاں جو تھیں' ہماری پھوپھیاں جو تھیں مائیں جو تھیں سارا دن سوت کاتا کرتی تھیں پھر اُسے وہ ایک خاص شکل دیتیں پھر وہ کپڑا بننے والوں کو دیا جاتا پھر وہ کپڑا بن کر دیتے پھر وہ دھوبی کے پاس جاتا پھر اُسے وہ صاف کر کے اُبال کر دھو کے صاف کر کے دیتا تو پھر وہ کپڑے سوئی دھاگے سے گھر میں بیٹھ کر سیا کرتی تھیں۔ ہر آدمی کا وہی لباس ہوتا تھا پھر شروع شروع میں کپڑے سینے کی مشینیں آئیں خال خال تھیں وہ پھر اب میرا خیال ہے لوگ کپڑا خرید کر دینے کی بجائے بازار سے جا کر اپنے ناپ کا سلا سلایا لے لیتے ہیں نہ کوئی سوت کاتا ہے نہ کوئی تکلیف کرتا ہے۔ پھر ایک زمانہ تھا کہ کپڑا خریدا پھر جا کر وہ درزی کو دیا ناپ دیا اپنا جوڑا بنوایا اب وہ عہد بھی گزر گیا اب زمانہ یہ ہے کہ جسے ضرورت ہوتی ہے وہ دکان پر جاتا ہے تو اُس سے ریڈی میڈ شلوار قمیض چاہیے پتلون شرٹ چاہیے جو کپڑا بھی اُسے چاہیے وہ بنا بنایا مل جاتا ہے اور لوگوں نے اُس ماپ کی بجائے جوتوں کے نمبروں کی طرح کپڑوں کے بھی نمبر یاد رکھے ہوئے ہیں کہ جوتا دس نمبر کا آتا ہے اور شلوار قمیض اتنے نمبر کی آتی ہے تو چیزیں بدل گئیں لیکن یہ وسائل بدلے ہیں زندگی نہیں بدلی زندگی کی جو کپڑے کی بنیادی ضرورت تھی کہ بدن بھی ڈھانپا جائے ستر عورت بھی ہو گرمی' سردی میں بھی کام آئے اور بندے کی آبرو بھی اُس سے ہو وہ ضرورت آج بھی اپنی جگہ ہے۔ نہ انسان بدلا ہے نہ اُسکی ضرورت بدلی ہے۔ ضرورت کی تکمیل کے ذرائع بدلے ہیں کہ ضرورت کس طرح پوری کی جاتی تھی اب کس طرح اُس میں تیزی آ گئی ہے یہ جو کہا جاتا ہے ناں زمانہ' زمانہ نہیں بدلا۔ انسان نہیں بدلا' انسان کی ضرورتیں نہیں بدلیں آج بھی اُسے بھوک لگتی ہے۔ صدیوں پہلے بھی بھوک لگتی تھی۔ صدیوں پہلے نیند آتی تھی آج بھی آتی ہے صدیوں پہلے پیاس لگتی تھی آج بھی لگتی ہے۔ صدیوں پہلے بیمار ہوتا تھا صحت مند ہوتا تھا آج بھی ہوتا ہے وہ سارے کام چل رہے ہیں تکمیل کے ذرائع بدل گئے تو دین میں پہلے دن سے ہی دینی فرائض اور انکی تکمیل کے ذرائع متعین کر دیئے گئے نہ انسان بدلا نہ اُس کے فرائض بدلے نہ اُنکی تکمیل کے ذرائع میں تبدیلی ممکن ہے پہلے بھی وضو کرنا پڑتا تھا بنا بنایا آج بھی نہیں ملتا پہلے بھی غسل کرنا پڑتا تھا بنا بنایا آج بھی نہیں ملتا۔ پہلے بھی نماز ادا کرنی پڑتی تھی بڑھی پڑھائی آج بھی نہیں ملتی۔ پہلے بھی روزہ رکھنا پڑتا تھا۔ چودہ صدیاں بعد آج بھی کوئی رکھا رکھایا نہیں ملتا پہلے بھی مجاہدہ کرنا پڑتا تھا آج بھی کوئی بنا بنایا کچھ نہیں ملتا لیکن بہت بڑے طبقے نے اس ظاہری تبدیلی سے دینی تبدیلی بھی مراد لے لی اور انہوں نے چاہا کہ جس طرح ظاہری زندگی میں شارٹ کٹ بن گئے ہیں اُسی طرح دین میں بھی شارٹ کٹ بن جائیں اور ہم آئیں اور بیٹھیں اور بس ایک نظر میں ولی ہو جائیں اور گھر چلے جائیں تو دین میں تو تبدیلی ممکن نہیں ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی

ورضیت لکم الاسلام دیناً دین تو مکمل ہو گیا مکمل کا مطلب یہ ہے کہ اب اُس میں نہ کوئی چیز گھٹائی جائے گی نہ بڑھائی جائے گی طے ہو گیا اور اتنا مکمل ہوا کہ

اتممت علیکم نعمتی کہ میں نے اپنی ساری نعمتیں اس میں تمام کر دیں جو نعمت بارگاہ الوہیت سے اللہ کا کوئی بندہ نبی نوع انسان حاصل کر سکتا ہے۔ وہ ساری اس دین میں سمودی گئی اس کے باہر کوئی برکت نہیں کوئی بے دین جو ہے یا جس کا عقیدہ خراب ہو یا عمل خراب ہو تو وہ نعمت حاصل نہیں کر سکتا۔ ساری نعمتیں اس کے اندر ہیں اس میں مجاہدات یا تصوف سے لیکر چھوٹی چھوٹی باتیں بھی آ جاتی ہیں جیسے اللہ نے شراب حرام کر دی اب کوئی کہتا ہے جی اسے بیماری کے علاج میں شراب پلاؤ اور یہ ٹھیک ہو جائے گا کبھی نہیں ٹھیک ہو گا دین میں کوئی ترمیم نہیں شراب حرام ہے اور اُس کیلئے بھی حرام ہے علاج اگر ہوتا اُس میں شفاء ہوتی تو اللہ کریم حرام نہ فرماتے۔

اسی طرح آج بھی مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ محنت کرنا پڑتی ہے ایک لمحے میں بندہ کفر سے اسلام میں آ سکتا ہے یہ نعمت آج بھی موجود ہے ایک لمحے میں کفر سے اسلام میں داخل ہو جاتا ہے لیکن اسلام کو جذب کرنے کیلئے اُسکی برکات جذب کرنے کیلئے اور اس کا اپنا حال بنانے کیلئے خلوص کے ساتھ محنت کرنا پڑتی ہے۔ علم دین کا حاصل کرنا پڑتا ہے توفیق عمل اللہ سے مانگنا پڑتی ہے اور مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔

پھر بنیادی طور پر یہ بیعت ہونا صرف اور صرف دین کیلئے تھا اگر ریاستی امور بھی کسی کو سپرد کئے جاتے تھے تو وہ بیعت بھی پورے خلوص کے ساتھ دین کا حصہ تھی کہ وہ بندہ اُس میں اہلیت بھی ہو دیانتدار بھی ہو اور اُس پہ اعتماد کیا جا سکے تو آج بھی وہی قاعدہ ہے بیعت اصلاح کی بھی یہی تھی کہ بندہ دینی احکام سے واقف ہو سکے بتا سکے آج بھی قاعدہ وہی ہے۔ بیعت تصوف کی یہ تھی کہ وہ برکات نصیب ہوں وہ آج بھی وہی ہے ہم نے اور بالخصوص یہ برصغیر میں ہندوؤں سے متاثر ہو کر جس طرح انہوں نے بتوں کے ساتھ دنیاوی امور کو وابستہ کر دیا۔ چونکہ باطل مذاہب جتنے ہیں اُن میں جو رسومات عبادت کے نام پہ رائج ہیں ہر رسم کا کوئی دنیاوی نتیجہ بتایا گیا ہے کہ یہ پوجا کرو گے تو یہ مل جائے گا یہ کرو گے تو یہ مل جائے گا۔ یہ کرو گے اسلام نے دنیا کو آدمی کی سمجھ، شعور، فیصلے اور محنت پہ رکھا ہے اور اللہ کی اطاعت پہ رکھا ہے کہ جس شعبے میں آپ کام کرنا چاہتے ہیں اُس میں محنت کریں اُس کے اصول دیکھیں اب اکثر دوست کہتے ہیں۔ مجھ پر جادو ہو گیا میری دکان نہیں چل رہی جادو نہیں ہوا آپ مطالعہ کریں کہ آپ تجارت کے اصولوں کو کہاں غلط کر رہے ہیں تجارت کے لینے دینے کے بھی اصول ہوتے ہیں دکانداری کا بھی کوئی قاعدہ ہوتا ہے اُسے آپ کہاں خراب کر رہے ہیں کہیں کوئی غلطی ہو گی اُس کی اصلاح کریں اللہ کریم درست فرما دے گا کائنات بنا کر اُسنے جادوگروں اور شیطانوں کے سپرد نہیں کر دی کہ وہ جو چاہیں کرتے رہیں اور اللہ کریم بیٹھ کر تماشا دیکھتا رہے ایسا نہیں ہوتا صحت خراب ہو جائے تو کوئی یہ نہیں سوچتا کہ میرے موافق کوئی سبزی، دال، گوشت موافق کیا ہے اور کونسی چیز مجھے تکلیف دیتی ہے اُس سے پرہیز کر لوں۔ نہیں، بلکہ مجھ پر کسی نے جادو کر دیا خود بد پرہیزی کئے جا رہے ہیں بیمار ہوئے جا رہے ہیں تو یہ سوچنے کی تکلیف نہیں کرتے جادو کر دیا بیمار ہو گیا ہوں کمال ہے بھائی!

اسی طرح بنیادی غلطی تو یہ ہوئی کہ ہم نے دنیاوی امور کو شیخ سے وابستہ کر دیا برکات ہوتی ہیں نیکی کی بھی نیک لوگوں کی بھی لیکن وہ شرط نہیں ہوتیں وہ ایک چیز کے زائد فوائد ہوتے ہیں جو ضروری نہیں ہوتے جسے آپ By Product کہتے ہیں کہ وہ اصل مقصد نہیں ہوتے اُس سے اتفاقاً ہوتے ہیں وہ فائدے تو اگر کسی کو بیماری

سے شفاء ہو جاتی ہے یا مال میں برکت ہو تو من جانب اللہ اللہ نے اُسے عطا کر دی لیکن اگر بھوک آ جائے تو کیا وہ شیخ کو چھوڑ دے گا صحت ہوگئی تو شیخ درست ہے۔ بیمار ہوگا تو چھوڑ دے گا۔ نہیں، یہ شرط نہیں ہے شرط بیعت کی صرف یہ ہے کہ وہاں سے دینی علم ملے قلبی کیفیات ملیں اطاعت الٰہی کی توفیق ملے۔ فائدے بھی ہوتے ہیں دنیاوی فائدے بھی ہوتے ہیں اور بہت زیادہ ہوتے ہیں ہم نے تو زندگی بھر تجربہ بھی کیا ہے لیکن اُس کا ایک اپنا نظام ہے اور اُس میں محض بہانے بنتے رہتے ہیں ہر چیز طے شدہ ہوتی ہے وہ خود توفیق بھی دیتا ہے توفیق عمل بھی دیتا ہے اُس پر برکات بھی دیتا ہے تو بیعت کی شرط یہ ہے کہ نیک بات ملے دل میں نیکی کی کیفیات آئیں نیکی کی کیفیت بڑھے مرید ہو جاتا ہے یا بیعت کرنے والا جو ہوتا ہے وہ اس طرح پابند ہوتا ہے کہ تصوف میں بیعت کرنے والا ایک ایسا خادم یا ایسا ملازم بن جاتا ہے کہ جس کا کوئی ایک شعبہ نہیں ہوتا صرف اُسے جو حکم دیا جائے وہ اُسے کرنا ہوتا ہے حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ ہم اجیر ہیں۔ اجیر اُس غلام کو کہتے ہیں کہ جسے جس شعبے کا حکم مل جائے اُس میں وہ کام کرے اُس کے پاس معذرت کی گنجائش نہیں ہوتی۔ صوفی اجیر ہوتا ہے بارگاہ رسالت پناہی میں جو حکم جب مل جائے وہ اُس طرح سے کرتا ہے اور اُس میں وضاحت طلب کرنے کی بھی گنجائش نہیں ہوتی میری ذاتی رائے میں تو حضرتؒ سے جو ہم نے سیکھا وہ یہ ہے کہ ایک لفظ یہود نے اور منافقین نے عربی کا ایک لفظ تھا ''راعنا'' جس طرح انگریزی میں آپ کہتے ہیں۔ **Excuse me** اُردو میں کہتے ہیں مجھے معاف کیجئے گا۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ آپ نے جو کچھ فرمایا اب آگے سے وہ کہہ دیتے ہیں معاف کیجئے گا تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ جی مجھے سمجھ نہیں آئی ذرا بات دہرا دیجئے۔ تو عربی کا بھی ایک جملہ تھا ''راعنا'' کہ جی معاف کیجئے گا ہمارے ساتھ رعایت کیجئے مطلب یہ تھا کہ آپ نے جو فرمایا میں سمجھ نہیں سکا ذرا دوبارہ فرما دیجئے تو منافقین اور یہود یہ کرتے تھے کہ عین کے نیچے کھڑی زیر ''راعنا'' کر کے ذرا کھینچ کر پڑھتے تھے۔ تو راعنا سے تو ہمارے ساتھ رعایت کیجئے بنتا ہے۔ راعی کہتے ہیں چرواہے کو گڑریے کو تو راعنا کہا جائے تو اس کا مطلب ہوتا تھا ہمارا چرواہا ہمارا گڈریا تو نبی کریم ﷺ نے چونکہ اُجرت پہ بکریاں بھی چرائیں بچپن میں تو وہ اس طرح سے طنز کرتے تھے۔

اللہ کریم کو وہ بات سخت ناپسند آئی اور یہ لفظ ہی قرآن نے حرام کر دیا بارگاہ نبوت میں کہنا۔

لا تقولوا راعنا۔ یہ لفظ ہی نہ کہا جائے اور جس پہ قرآن کی نص آ گئی رکاوٹ میں وہ قطعاً شرعی طور پر حرام ہو گیا اسی طرح جس کام کے کرنے پہ قرآن کی نص اور آیت آ گئی وہ فرض ہو گیا لا تقولوا راعنا بارگاہ نبوت میں راعنا کہنا حرام ہو گیا اگر کہنا پڑے تو قولوا انظرنا۔ تو اس کا متبادل لفظ دیا گیا کہ آپ کہیں انظرنا کہ حضورؐ نظر کرم فرمایئے لیکن واسمعوا اصل بات یہ ہے کہ پوری توجہ سے سنو اور انظرنا کہنے کی بھی نوبت نہ آئے یہ کیسے ممکن ہے کہ میرا حبیبؐ ایک بات فرمائے اور تم کہو نبی میں سن نہیں سکا۔ یہ کون ہے کس کی یہ جرات ہے واسمعو پوری توجہ سے سنو تو پوری توجہ سے سننا فرض عین ہو گیا قرآن میں حکم آ گیا واسمعوا ارشاد نبوی کو پوری توجہ سے سننا فرض ہو گیا لیکن یہ گنجائش رکھی کہ کہنا پڑے تو پھر راعنا کہنا حرام ہے انظرنا کہو لیکن پسندیدہ نہیں ہے انظرنا بھی بحالت مجبوری کسی کے کانوں میں خرابی ہے یا بیماری ہے یا کوئی وجہ ہوگئی تو وہ ضرورت پڑے تو انظرنا عرض کرے ورنہ واسمعوا پوری توجہ سے سنو تو پوری توجہ سے سننا فرض عین ہو گیا۔

تصوف میں شیخ اور مرید کا یہی عالم ہوتا ہے کہ وہ وجہ دریافت نہیں کرتا وہ حکم سنتا ہے اور اُس کی اطاعت کرتا ہے چونکہ اُس پہ سننا ہی فرض ہو گیا ہے عمل کرنا تو بدرجہ اولیٰ فرض ہو جائے گا کہ جس شخص کی بات سننا فرض ہے۔ جس ہستی کی بات سننا فرض عین ہے اُس کے بعد ماننے نہ ماننے کا اختیار تو ختم ہو گیا۔ سننا ہی فرض عین ہے تو مانے گا کیسے نہیں اور اس میں زندگیاں لگ جاتی ہیں جانیں لوگ ہار دیتے ہیں۔ شہید ہو جاتے ہیں جانوں کی بازی لگا دیتے ہیں اور سوال نہیں کرتے برزخ میں یا کشفاً کسی کو کسی بات کی سمجھ آئے تو صوفی کا کشف درست ہے اور اگر شریعت کی حدود کے اندر ہو تو وہ حکم بن جاتا ہے ایک ہی گنجائش ہے کہ جو کشف ہوا گر وہ شریعت کے حکم کے خلاف ہو تو کشف میں غلطی نہیں ہے صوفی کو سمجھنے میں غلطی لگ رہی ہے کوئی بھی حکم شریعت کے خلاف بزرگان دین یا مشائخ عظام نہیں دیتے اگر کوئی غلط سمجھ آ رہا ہے تو سمجھنے والے کو غلطی لگ رہی ہے اور نبی کا کشف پوری امت پر ماننا فرض ہو جاتا ہے ولی کا کشف جو ہے ولی خود اُس کا مکلّف ہے پوری دیانتداری کے ساتھ دوسرا کوئی اس کا مکلّف نہیں صاحب کشف یہ جو ساتھی بعض لوگوں کے مکاشفات ہوتے ہیں تو ان کے گرد جمع ہو جاتے ہیں وہ یہ پوچھتے ہیں کہ تمہارے پوچھنے کا کیا تم اُس کشف کے مکلّف ہی نہیں ہو وہ خود صرف مکلّف ہے تمہیں پوچھنے سے کیا حاصل ہوگا آپ کیلئے تو اُسکی کوئی اہمیت نہیں خود استعداد پیدا کرو' محنت کرو۔ کسی سے اگر پوچھو گے یا آپ کو وہ بتانا شروع کر دے گا تو آپ بھی جاہل ہیں وہ بھی جاہل ہے کوئی ولی اپنے مشاہدات دوسرے کو بتا کر رائے نہیں دے سکتا اس کی اجازت نہیں ہے نہ دوسروں کیلئے اُس کا کشف حجت ہے اُس کی اپنی ذات کیلئے وہ حجت شرعی ہے اگر شرعی حدود کے اندر ہے شریعت سے ٹکرائے تو پھر اُسے سمجھنے میں غلطی لگ رہی ہے اُس پر عمل نہیں کرے گا خلاف شریعت کسی عمل کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ مجھے کشف کے ذریعے سمجھ آئے میں ایسا کر رہا ہوں یہ جائز نہیں ہے عمل شریعت پر ہوگا شریعت کے اندر کچھ چیزیں ہیں جن کا اختیار بندے کے اپنے پاس ہوتا ہے اُس میں اگر اُسے کشفاً سمجھ آتا ہے کہ مجھے ایسا کرنا ہے ایسا نہیں کرنا تو جو صاحب کشف ہے وہ خود اُس کا مکلّف ہے دوسرا نہیں اس لئے کسی صاحب کشف سے اپنے بارے پوچھنا اور اپنے امور کے بارے پوچھنا جہالت ہے اور اگر وہ بتانا شروع کر دے تو وہ پوچھنے والے سے بھی بڑا جاہل ہے کہ اُس کا کشف تو اُس کیلئے حجت ہی نہیں تو پھر اُسے بتانے کی کیا ضرورت ہے اور اُسے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے! میں عموماً اس کی حوصلہ شکنی اس لئے کرتا رہتا ہوں کہ ہم رسومات میں نہ پڑیں حقائق پہ رہیں یہ نہیں کہ میں کسی جسے اللہ کریم مشاہدہ دیتا ہے اُس کا لحاظ نہیں کرتا یا اُس کا احترام نہیں کرتا ایسی بات نہیں ہے بات یہ ہے کہ اگر کسی کو کشف ہوتا ہے اور وہ شرعی حدود کے اندر ہوتا ہے تو وہ اس کے اپنے لئے ہے بات ختم دوسرے کیلئے تو وہ حجت ہی نہیں اور اگر دوسرے کے کشف کو حجت مانے گا تو اُس کا اپنا عقیدہ خراب ہوگا چونکہ صرف نبی ایک ایسی ذات ہے جس کا کشف جس کا خواب بھی امت کیلئے حجت ہے اور نبی کا خواب بھی وحی الٰہی ہے اُس کا کشف بھی وحی الٰہی ہے اور جو نبی دیکھتا ہے اور نبی جو ارشاد فرماتا ہے وہ ساری امت کے لئے اُس پر عمل ضروری ہو جاتا ہے ولی صاحب کشف ہو اپنی راہنمائی لے سکتا ہے شرعی حدود کے اندر ایک کام نہ کرنا فرض ہے نہ چھوڑنا فرض ہے تو وہ یہ دیکھ سکتا ہے کہ اُسے مشائخ نے کیا مشورہ دیا' کرے یا چھوڑے لیکن اُسکی اپنی ذات کیلئے ہے اب یہ کوئی کشف نہیں ہے کہ جاؤ تم پر نمازیں معاف ہو گئیں یہ کوئی کشف نہیں ہے یا تم روزہ نہ رکھو تم پر معاف ہو گیا۔ نہیں' کچھ بھی نہیں ہے۔

جو عذر شرعی سب کیلئے ہے ہر امتی کیلئے ہے وہی صاحب کشف کیلئے بھی ہوتا ہے کہ بیماری ہے کھڑا نہیں ہوسکتا بیٹھ کر پڑھتا ہے تو وہ سب کیلئے ہے کسی کشف کی اُس میں ضرورت نہیں ہے روزہ نہیں رکھ سکتا عمر رسیدہ ہے بیماری ہے صحت کافی نہیں ۔ تو وہ ایک ولی کیلئے نہیں سب کیلئے ہر مسلمان کیلئے جو رعایت ہے وہی اُس کیلئے بھی ہے اصلاح شرعی احکام ہیں اس میں کشف کو دخل نہیں لیکن یہ ضرور ہوتا ہے کہ غالباً اب پانچ سال ہونے کو آئے ہیں یہ ایسا نازک معاملہ اور ایسا نازک رشتہ ہوتا ہے۔ کہ مجھے میرے شیخ نے فرمایا کہ اب تم سفر چھوڑ دو باہر نہیں جاؤ میں چونکہ بہت زیادہ سفر کرتا تھا اور بین الاقوامی سفر پہ رہتا تھا ملک میں بھی چلتا رہتا یہ شعبہ بھی ایسا ہے احباب کی طلب بھی ہوتی تھی تو باہر نہ جاتا تو ملک میں گھومتا رہتا تھا پھر کچھ کاروبار اور امور زندگی بھی ایسے تھے کہ اپنا لین دین بھی ہوتا تھا میں نے سمجھا مجھے شائد سمجھنے میں غلطی لگ رہی ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بندہ کہیں نہ جائے تو ایک دن غالباً پنڈی ہی جانا تھا۔ شائد مجھے یاد نہیں لیکن جیسے مجھے یاد پڑتا ہے جانا شائد پنڈی ہی تھا تو میں جہاں تک مجھے اجازت جس حد تک تھی جانے کی وہاں تک تو گاڑی بڑے زور سے گئی آگے نکلا تو گاڑی گرم ہوکر بند ہوگئی ۔ گاڑی الحمدللہ میں شروع سے مناسب رکھتا ہوں اور میری عادت بھی ہے سنبھال کے بھی رکھتا ہوں صاف ستھری بھی رکھتا ہوں انجن وغیرہ ٹائر ٹیوب ٹھیک رکھتا ہوں یہ میرا مزاج ہے میرے پاس دس سال بھی گاڑی رہے جیسی آئے ویسی ہوتی ہے صاف ستھری تو مجھے سمجھ نہ آئی اس طرح اس کو کرنا نہیں چاہیے گاڑی ٹھیک ٹھاک ہے اس کا انجن ٹھیک ٹھاک ہے۔ دیکھا بھالا سلف مارا اسٹارٹ ہوگئی بھئی آگے چلو تو گاڑی بند ہو گئی کمال ہے تو مجھے سمجھ آ گئی کہ قصور گاڑی کا نہیں ہے قصور میری سمجھ کا ہے مجھے جانا نہیں ہے تو میں نے جب اس ارادے سے گاڑی اسٹارٹ کی واپس موڑی تو گاڑی ٹھیک ٹھاک تھی واپس آ گیا کوئی رکاوٹ نہیں کوئی گرم نہیں ہوئی کوئی خراب نہیں تو مجھے سمجھ آ گئی کہ جو مجھے فرمایا گیا ہے اُس میں مجھے سمجھنے میں غلطی لگی وہ درست ہے آج غالباً پانچ سال ختم ہونے کے قریب آ گئے نہ میں اس ضلع کی حد سے باہر گیا ہوں اور نہ میں نے یہ جرات کی ہے کہ دوبارہ پوچھ تو لوں کہ اس رکاوٹ کی وجہ کیا ہے اور پانچ سال تھوڑے نہیں ہوتے الحمدللہ مجھے آج تک یہ خیال نہیں آیا کہ میں حضرت سے یہ عرض تو کروں میری عادت ہے کہ میں دن میں دس دفعہ بھی اگر معمولات کروں یا کسی کو کراؤں تو ہر ذکر کیلئے حضرت سے اجازت بھی لیتا ہوں توجہ کی درخواست بھی کرتا ہوں لیکن آج تک یہ سوال کرنے کی جرات نہیں ہوئی کہ میں باہر کیوں نہ جاؤں میرا مسئلہ ہی نہیں ہے مجھے اس سے غرض نہیں ہے میرے لئے جو فرمایا گیا ہے اُس پر عمل کرنا ضروری ہے اُس سے آگے یہ جاننا کہ کیوں یہ تو میری جرات نہیں ہے یہ میرے دائرہ اختیار سے باہر ہے تو بیعت ہونا آسان نہیں ہے۔ لاہور میں گھر ہے لیکن میں تو نہیں گیا مدت ہوئی اسلام آباد میں دارالعرفان بنا اُس میں رہائش بھی بنی ذکر بھی شروع ہوگیا بن بھی گیا جگہ مل گئی پھر بنایا۔ پھر اُس پہ خرچ کیا بنوایا تو بہت بڑی عمارت الحمدللہ بن بھی گئی احباب رہتے بھی ہیں ذکر بھی کرتے ہیں سارا پوچھا لیکن میں نہ گیا ہوں نہ دیکھا ہے نہ مجھے چھٹی ملی ہے میں نے نہیں دیکھا آج تک اپنی نظروں سے اور نہ وہاں تک گیا ہوں اور نہ کبھی یہ خیال آیا کہ بھاگ کر جا کر دیکھ تو آئیں کراچی میں دارالعرفان بنوایا تھا اُس کیلئے کچھ پیسے بھی دیئے تھے کچھ حاجی صاحب نے اپنی طرف سے بنایا پچھلے دنوں بھی کہہ رہے تھے کہ مکمل ہوگیا آپ آئیں گے تو افتتاح ہوگا میں نے کہا آپ لوگ سادہ ہیں آپ میری مجبوریوں کو نہیں سمجھتے آئیں گے ضرور انشاءاللہ لیکن آنے کی چھٹی ہوگی تو آئیں گے نہیں

ہوگی تو نہ سہی پانچ سال تو کیا باقی ساری عمر بھی گزاری جاسکتی ہے اور مجھے کوئی بوجھ نہیں ہوتا۔

اگرچہ میرے اندازے میں ہے کہ انشاء اللہ جانا بھی ہوگا اور کام بھی سارے ہوں گے لیکن کب ہونگے کتنی فرصت ہے یہ نہیں پتہ اور یہ بھی ایک اندازہ ہے مجھے اس میں کوئی تکلیف نہیں ہے کہ یہیں اسی پابندی میں موت آجائے اور دنیا سے چلا جاؤں تو کوئی افسوس نہیں ہے ٹھیک ہے حکم کی اطاعت کا حق ادا ہوجائے تو بیعت ہونا آسان کام نہیں ہے ہمیں تو بیعت ہوئے نصف صدی ہوگئی ہے اور ابھی تک یہ جرات نہیں ہے کہ جو حکم ملا ہے پوچھ ہی لیں کہ اس کا مقصد کیا ہے؟ یا وجہ کیا ہے؟ بیعت کے بعد یہ اختیار نہیں رہتا تو رسماً لوگ روز بیعت ہوتے رہتے ہیں انکار بھی نہیں کیا جاسکتا کہ کیا پتہ کہ کس کے دل میں کتنا خلوص ہے اور ایسے بھی آجاتے ہیں ہم روک تو کسی کو نہیں سکتے کسی کے دل کا کیا پتہ ہے وہ یہاں آکر کسی کا ٹیلی فون چرائے کسی کے جوتے اٹھالے یہاں آکر یہ تو اپنے اپنے نصیب کی بات ہے بھئی چوری کرنی ہے تو پوری دنیا وسیع پڑی ہے یار یہاں آکر چوری کرنے سے کیا فائدہ یہاں آئے ہو تو جو یہاں ملتا ہے اُسے لینے کی کوشش کرو لیکن اپنے اپنے نصیب کی بات ہے بہر حال میں عرض یہ کر رہا تھا کہ بیعت اتنا آسان اور چھوٹا کام نہیں ہے کہ آئے اور بیعت ہوئے اور چلے گئے نہیں بیعت ضرور ہوں لیکن سوچ سمجھ کر ہوں اور اُس کا حق ادا کریں۔

دوسری ضروری بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جب سے میں مرکز سے کہیں نہیں جاتا تب سے جہاں ضرورت پڑتی ہے عموماً عبدالقدیر کو بھیجتا رہتا ہوں اور اب جیسا میں سمجھ رہا ہوں شائد اسکی ضرورت زیادہ پیش آئے اور اس اجتماع کے بعد شائد اُسے دوستوں کے پاس مختلف جگہوں پہ زیادہ بار بھیجنا پڑے مختلف ڈویژنوں میں مختلف صوبوں میں چونکہ کام تو کرنا ہے تنظیم کا بھی سلسلے کا بھی اور اُسے منظّم بھی کرنا ہے احباب کی تربیت بھی کرنی ہے تو میں یہ واضح کردوں کہ جب تک میں مرکز میں بیٹھا ہوں جہاں بھی عبدالقدیر جائے گا تو وہ میرا قائم مقام ہو کر جائے گا۔ On my Behalf جائے گا تو مجازین حضرات یا تنظیم کے امراء حضرات اس بات کا لحاظ رکھیں گے کہ اُسے اسکی حیثیت سے نہیں دیکھیں گے اگر تنظیمی امور میں یا جماعت کے اذکار کے امور میں وہ کہیں جاتا ہے تو ذکر کرائے گا تو وہی فائدہ ہوگا جو میرے ذکر کرانے سے ہوگا۔ تنظیمی امور میں کوئی فیصلہ کرے گا تو وہی میرا فیصلہ سمجھا جائے گا' چونکہ میں اُسے اپنا قائم مقام بنا کر بھیجتا ہوں تو میں یہ بھی واضح کر دینا چاہتا تھا کہ احباب کو یہ واضح ہو چونکہ میرا اندازہ تو یہ ہے کہ اس اجتماع کے خاتمے کے بعد شائد اس بات کی ضرورت مجھے جیسے نظر آرہا ہے زیادہ پیش آئے گی کہ تنظیمی امور کو بھی مربوط کیا جائے اور اذکار کی محافل کو بھی باقاعدہ کیا جائے اور یہ بات لوگوں تک زیادہ سے زیادہ پہنچائی جائے زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو اس سے فائدہ ہو تربیت کے طور پر بھی اور برکات کے طور پر بھی۔ تو اُس میں مجھ میں تو یہ ہمت نہیں کہ پوچھوں مجھے کب چھٹی ملے گی جب چھٹی ملے گی مل جائے گی لیکن ابھی شائد اُس میں کچھ عرصہ باقی ہے یہ میری اپنی جو نظر ہے یا جو اپنی سمجھ ہے میں اُس سے بات کر رہا ہوں اور یہ شائد ضرور ہوگا کہ ضرورت ہوگی باہر کام کی اور ہے تو جو احباب بار بار مجھے لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جی آپ تشریف لائیں وہ سمجھ لیں میں اُن کیلئے وضاحت کر رہا ہوں کہ جب مجھے آنا ہوگا تو مجھے آپ کی دعوت کی ضرورت نہیں ہوگی میں آپ کو اطلاع کروں گا کہ فلاں فلاں دن میں فلاں جگہ ہوں چونکہ میری ڈیوٹی ہے مجھے آپ کی دعوت کا انتظار نہیں ہوگا اور جب تک میں نہیں آسکتا آپ ایک دعوت نہیں پچاس دعوت دیں

وہ فضول ہے اُسکی کوئی حیثیت نہیں تو میری دانست میں جو بات ہے وہ یہ ہے کہ اس اجتماع کے بعد تنظیم کو بھی اور سلسلے کو بھی اور محافل ذکر کو بھی ایک نئی روح ڈالنے کی اور انہیں باقاعدہ کرنے کی منظم کرنے کی زیادہ ضرورت ہے آنے والے وقت کیلئے زیادہ سے زیادہ لوگ چاہیں جن کے دل روشن ہوں اور زیادہ سے زیادہ وہ لوگ چاہیں جو ایک آواروں کا ہجوم نہ ہو۔ منظم ہوں اور ایک بے لگام ہجوم نہ ہو تو اُس کیلئے شائد جگہ جگہ جانا پڑے تو میرے قائم مقام عبدالقدیر ہی جائے گا اور انشاء اللہ درست فیصلے بھی کرے گا اور جو ذکر کرائے گا یا توجہ دے گا اُس میں وہی برکات ہوں گی جو میرے ذکر کی ہونگی چونکہ وہ میرے قائم مقام جائے گا اور یہ شریعت کا قاعدہ ہے اور یہ درست ہے نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے آپ ؐ نے جن غزوات میں شرکت نہیں فرمائی جنہیں سرایہ کہا جاتا ہے ان میں اپنے قائم مقام بھیجے جسے حج اکبر آپ کہتے ہیں اس میں ابوبکر صدیقؓ کو اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا لیکن وہ حج اکبر کہلاتا ہے۔ تو یہ برکات من جانب اللہ پہنچتی ہیں اور یہ طریقہ کار ہے اس لئے میں نے یہ وضاحت کر دی بیعت بھی سوچ سمجھ کر کریں شیخ کی ذمہ داریوں کا اگر وہ شیخ ہے اُسے خود احساس ہوتا ہے برکات بھی انشاء اللہ نصیب ہوتی رہتی ہیں اور آئندہ سارے احباب اس طرف بھرپور توجہ فرمائیں کہ یہ جماعت ایک انبوہ ہی نہ بن جائے یہ ایک منظم جماعت ہو جس کے دل اور سینے روشن ہوں اور جو اللہ اور اللہ کی اطاعت اور رضامندی کی طلب گار ہو اور دین کیلئے کام کرے اور دین کا کام یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک دینی معلومات بھی پہنچائی جائیں اور قلبی کیفیات بھی پہنچائی جائیں۔

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العالمین

.... ☆☆☆ ....

نذرانہ عقیدت

بحضور حضرت شیخ المکرم مدظلہ'

تو ہے پرتوِ رخ لم یزل تو جمال یار کا عکس ہے
میں جو مانتا ہوں کسی کو کچھ تیرے اعتبار کا عکس ہے
تو فنا کرے مجھے خود میں یوں کہ بنے وہ محفل اندروں
وہ جو دیکھے مجھ کو کہے وہ یوں تیرے کاروبار کا عکس ہے
یہ جو مجھ پہ رحمت رب ہوئی میری خاک محو ادب ہوئی
یہ بھی ہے اگر کوئی خاص شے میرے شہر یار کا عکس ہے
در دل پڑا ہے کھلا ہوا تو مثال بادِ سحر اُتر
میری آنکھ میں جو ہیں سرخیاں شب انتظار کا عکس ہے
تیرا درد دل جو عیاں ہوا میری ذات بن کے دھواں دھواں
مجھے مست مست بنا گئی یہ تیرے خمار کا عکس ہے
تیری خامشی تیری نغمگی میرے من میں ہولے سے کہہ گئی
وہ جو فصل گل پہ گزر گئی یہ اُسی بہار کا عکس ہے

محمد منیر ایاز...... خوشاب .... ☆☆☆

قارئین المرشد متوجہ ہوں!

لاہور میں ماہنامہ المرشد اب مارکیٹ سے بھی دستیاب ہے اور ہاکر سے طلب کیا جا سکتا ہے۔

نوٹ۔ فی الحال یہ سہولت صرف لاہور شہر کیلئے ہے۔

رابطہ: شفیق نیوز ایجنسی
1- میو ہسپتال روڈ اخبار مارکیٹ لاہور
042-7236688=Mob:0300-9477121

نبوت اور برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

امیر محمد اکرم اعوان
دار العرفان منارہ، ضلع چکوال

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیم○

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیم○

قرآن حکیم اللہ جل شانہٗ کی وہ آخری کتاب ہے جو اللہ جل شانہٗ کا آخری رسول ﷺ نوع انسانی میں سے آخری امت کے لئے لیکر مبعوث ہوا یعنی قرآن آخری کتاب ہے۔ نبی کریم ﷺ آخری رسول ہیں اور یہ امت آخری اُمت ہے اس کے بعد یہ نظام یہ کائنات یہ ارض وسما ان کی بساط لپیٹ دی جائے گی' اس روئے زمین پر اس آسمان کے نیچے ان سورج چاند' ستاروں میں کوئی نئی اُمت پیدا نہیں ہوگی یہ جہاں تب تک ہے جب تک اللہ کریم اس امت کو اس جگہ رکھنا چاہتے ہیں اب یہ رکھنے والا ہی جانتا ہے کہ یہ کب تک رہے گی۔ اُمت کے اعتبار سے ہر وہ شخص جس کا نوع انسانی سے تعلق ہے وہ حضور ﷺ کا اُمتی ہے کسی نسل سے ہے کسی ملک سے ہے یا کوئی مذہب رکھتا ہے' کوئی عقیدہ رکھتا ہے۔ جب عقائد کی بات آتی ہے تو اللہ کی کتاب انسانوں کو دو جماعتوں میں تقسیم فرماتی ہے دونوں اُمت ہیں حضور ﷺ کی پہلی اُمت اُمت دعوت ہے امت دعوت ایسی امت ہے جس کے لئے حضور اکرم ﷺ کی دعوت موجود ہے اس میں ساری نسل انسانی شامل ہے کوئی شخص ہو کہیں ہو جب چاہے اس کیلئے دروازہ کھلا ہے وہ توبہ کرے' ایمان لائے اور اسی وقت وہ مسلمان ہو جائے' دعوت موجود ہے۔ ساری انسانیت امت ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جنہوں نے دعوت قبول کر لی۔ صرف دو طبقے ہیں انسانوں کی دو قومیں ہیں پوری انسانیت کی۔ پوری کائنات میں صرف دو جماعتیں ہیں۔ ایک کافر کسی رنگ کا ہو' کسی نسل کا ہو' کسی مذہب کا ہو' کسی ملک کا ہو' کسی قد کاٹھ کا ہو بہر حال کافر ہے یہ قانون ہے۔

کفر ایک مشترکہ ایک واحد ملت ہے ایک واحد قوم ہے کفر ہونے میں تو کوئی شک نہیں کافر کافر ہے' کوئی کسی طرح سے ہے کوئی کسی طرح سے۔ اس کے مقابلے میں اسلام ایک عالمگیر سچائی ہے۔ ہر مسلمان بنیادی طور پر مسلمان ہے۔ کوئی کالا ہے' کوئی گورا ہے' امیر ہے یا غریب ہے' کس ملک سے تعلق رکھتا ہے کس قوم سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ بعد کی باتیں ہیں یہ ملک کا ہونا' نسل کا ہونا' کسی قبیلے کا ہونا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ فرماتے ہیں میں نے انہیں کنبوں میں' قبیلوں اور خاندانوں میں تقسیم کر دیا ہے فلاں' فلاں ملک سے فلاں نسل سے ہے' فلاں خاندان سے ہے۔ اس لئے کہ آدمی کی تعین ہو جائے' نام لیا جائے شناخت کرنے کے لئے' کسی کنبے کا حوالہ دیا جا سکے' کسی قبیلے کا حوالہ دیا جا سکے کوئی اعوان ہے' کوئی سید ہے یا کوئی راجہ ہے' کوئی بھی ہے' یہ کمال محض کسی فرد کی ذات کو متعین کرنے کے لئے ہے۔ ورنہ کوئی خاص طبقہ ان خاندانوں کی وجہ سے وجود میں نہیں آتا۔

دنیا میں انسانوں کے دو ہی طبقے ہیں' دونوں امت ہیں محمد ﷺ کی۔ ایک امت دعوت ہے۔ دعوت اسی طرح موجود ہے' پہنچائی گئی' پہنچائی جا رہی ہے پہنچائی جاتی رہے گی۔ اس کے پاس موت تک موقع ہے وہ جب چاہے قبول کر لے' نہیں کرے گا تو موت ان پر توجہ کے

دروازے بند کر دے گی۔ مرنے کے بعد اس کے پاس موقعہ نہیں ہوگا کہ امت مرحومہ میں داخل ہو سکے۔ اس لئے کسی بھی ایسے شخص کو جو کفر پر مرے گا اگر اللہ تعالیٰ بصیرت دے تو برزخ میں یا میدان حشر میں تو سب کو نظر آئیگا۔ آپ کسی کو انسانی شکل پر نہیں پائیں گے۔ کیونکہ کفر نے اس سے انسانیت چھین لی۔

جنہوں نے انکار کر لیا جنہوں نے قبول نہ کیا۔ ان کی بات قرآن کریم نے پہلے ارشاد فرمائی۔ ایک بات میں عرض کرتا چلوں کہ قرآن حکیم جب نازل ہوا۔ نبی کریمؐ جب مبعوث ہوئے تو جن لوگوں کو قرآن کریم نے خطاب فرمایا قرآن کے مخاطب صرف وہی لوگ نہیں ہیں ہاں ان کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ پہلے افراد ہیں جنہیں یہ شرف حاصل ہوا کہ براہ راست انہیں قرآن نے خطاب فرمایا۔ وہ روئے زمین پر ایسے لوگ ہیں جنہیں براہ راست برکات نبوی اور فیوضات نبوی نصیب ہوئیں یہ عظمت ان کی بدستور موجود ہے۔ لیکن قرآن حکیم نے انہیں خطاب کرنے کے بعد اپنا انداز خطاب بدلا نہیں ہے۔ ہر آنیوالے کے ساتھ اس کا وہی لب ولہجہ ہے جو اپنے نزول کے وقت تھا اور وہی برکات اس میں آج بھی موجود ہیں جو نزول کے وقت موجود تھیں۔ وہی اطاعت جو اس کی اسوقت فرض تھی اس میں کوئی کمی نہیں آئی اسی شدت سے آج بھی فرض ہے اور جس طرح اس دور میں انکار انسان کو اللہ کی رضا سے دور اور محروم کر دیتا تھا۔ آج بھی اس میں کوئی کمی نہیں ہے۔ یہ ساری حالت وہی ہے۔

بلکہ محققین فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھنے کا ادب یہ ہے کہ جب آپ قرآن پڑھنا چاہیں تو یوں پڑھیں کہ جب یہ حکم دے تو یوں سمجھیں کہ بات مجھ سے کر رہا ہے ہم پڑھتے ہیں کہ اور لوگوں کو حکم دے رہا ہے سب کے تم ذمہ دار تو نہیں ہو۔ سب کی طرف سے مجھے تو جواب نہیں دینا۔ آپ کو تو نہیں دینا۔ جب آپ پڑھ رہے ہیں تو بات آپ سے کر رہا ہے۔ میں پڑھ رہا ہوں تو بات مجھ سے کر رہا ہے۔ کسی کام کے کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ قرآن پڑھنے کا ادب یہ ہے کہ آپ اس طرح پڑھیں جس طرح کسی بہت بڑی عظیم الشان ہستی نے آپ کو یہ شرف بخشا ہو۔ اور براہ راست آپ سے خطاب کر کے اپنا ذاتی خط بھیجا ہو تو کیا آپ اسے غور سے نہیں پڑھیں گے کہ یہ ہستی مجھ سے کیا چاہتی ہے۔ اس خط نے مجھے کس کام سے روکا ہے کیا کرنے کا حکم دیا ہے' فرمایا وہی بات وہی جذبہ اس کتاب پر لاگو کر دیجئے۔ اس طرح سے پڑھیں دیکھیں یہ آپ کو اپنے ساتھ ساتھ چلاتا ہے کہ نہیں۔

نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے جزیرۃ العرب میں۔ بعثت کے بعد تیس برس آپ اس مادی دنیا میں تشریف فرما رہے اور پھر چشم عالم سے پردہ فرمایا اور دار بقاء کو تشریف لے گئے۔ چالیس برس عمر شریف تھی جب اعلان نبوت فرمایا۔ تریسٹھ برس آپ اس عالم میں جلوہ افروز رہے اس زمانے میں نہ لاری ہے نہ موٹر ہے نہ ہوائی جہاز ہے نہ کوئی ڈاک بھیجنے کا تصور ہے اور اللہ کا ایک بندہ جس کے ساتھ کوئی غیر ملکی حکومتیں ہیں جس کے پاس کوئی اپنی فوج نہیں جس کے پاس کوئی مادی خزانہ نہیں' کوئی مادی ذرائع نہیں جس کے ساتھ کوئی دوسرا شخص کھڑا نہیں ہوتا' یہ تصدیق کرنے کے لئے کہ یہ جو کہہ رہا ہے سچ کہہ رہا ہے۔ کوئی بھی نہیں پوری کائنات میں کوئی شخص اللہ کے نام سے واقف بھی نہیں ہے اور پوری کائنات بسیط میں اللہ کا ایک بندہ کھڑا ہو کر اعلان کر دیتا ہے کہ لوگو! تم غلط کرتے رہے ہو آؤ میں تجھے صحیح راستہ بتاؤں۔ بڑی بڑی حکومتیں' بڑی بڑی سلطنتیں' بڑے بڑے عبادت خانے بڑے بڑے مذاہب بڑی بڑی رسومات بے شمار ایسی چیزیں تھیں اس زمانے میں ایک ہستی کی آواز ﷺ دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچے گی' کیسے؟ ماننا نہ ماننا تو بعد کی بات ہے یہ پہنچے گی کیسے؟ ذرا آپ اس زمانے میں تصور کر کے دیکھیں پہلے!

دوسری مشکل اس میں یہ ہے کہ جب حضور چشم عالم سے پردہ فرما جائیں گے تو پھر کیا ہوگا؟ اور یہ آخری اللہ کا رسول ہے تو وہ برکات جو اللہ کا رسول دنیا میں موجود ہو کر بانٹتا ہے کیا دنیا میں بعد میں کسی کو نصیب ہوں گی اگر انہیں ہوں گی تو انسانیت پر اور پوری انسانیت کو پکار کر رب العالمین کہتا ہے۔لقد جاء کُم رسول لوگو! تمہارے پاس میرا رسول آچکا۔ یہ ان پر بھی بات ثابت آتی ہے جو اس وقت موجود تھے اور وہ بھی صرف ان پر جہاں تک حضور ﷺ اس دور میں پہنچے اور یہ بات نکلے ہے کہ آپ اپنی حیات مبارکہ میں جو آپ نے اس دنیا میں بسر فرمائی۔ جزیرۃ العرب سے باہر تشریف نہیں لے گئے یعنی آپ کے سارے اسفار مبارک طائف سے لیکر تبوک تک اس علاقے کے اندر اندر موجود ہیں۔تو کیا قرآن کریم کی اس آیت کے مخاطب وہی لوگ ہیں جو اس زمانے میں تبوک اور طائف کے اندر سما جاتے تھے؟ نہیں، قرآن تو ساری انسانیت کو خطاب کرتا ہے کیا اسی زمانے کی انسانیت کو خطاب کرتا ہے۔نہیں ہر زمانے کے ہر انسان کو خطاب کرتا ہے۔اس کا مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی برکات ہر زمانے میں ہر ملک میں ہر جگہ پایا جانا یا حاصل کر لینا ممکن ہے اگر ممکن نہیں تو قرآن حکیم کیسے فرما دیتا ہے۔لقد جاء کُم رسول. تمہارے پاس تو میرا رسول آچکا ہے۔ آدمی کہہ سکتا ہے خدایا تیرا رسول تو اگلوں کے پاس آیا وہاں سے تیرے پاس تشریف لے گیا ہمیں اس آیت کا مکلّف کیسے بنایا۔

ان دو باتوں کو سمجھنے کے لئے ہمارے پاس پندرہ منٹ بھی نہیں اگرچہ یہ مضمون پندرہ سالوں کا ہے۔ پہلی بات سمجھنے کیلئے آپ یہ جان لیں کہ رسول اللہ ﷺ سے لوگوں کو کیا ملا۔اس سوال کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ انسانیت کو حضور ﷺ سے کیا نہیں ملا۔کون سا کمال تھا جو انسانیت کو حضور کی جوتیوں سے نہیں ملا۔نیکی ورع تقوی پاک دامنی صداقت امانت حکومت سلطنت ریاست جرات شجاعت یا دنیا میں جو بھی خوبی یا کمال جسے آپ کہتے ہیں اُسے کسی ڈکشنری، کسی کتاب سے تلاش کر کے لائیں کہ یہ واقعی مسلمہ کمال ہے تو وہ حضور ﷺ کے غلاموں کی جوتیوں میں آپ کو نظر آئے گا۔

ایک دفعہ کراچی میں نیوی کی اکیڈمی میں ہمیں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی وہاں جو لوگ موجود تھے ان کو جواب دینے سے پہلے میں نے ایک سادہ سا سوال کیا تھا۔ آپ اس کا جواب دیں۔اس کے بعد میں آپ کا جواب دوں گا۔

یہ عرب کے صرف حضرت خالد تھے یا ان سے پہلے بھی عرب میں شہسوار شمشیر زن نامور لوگ رہا کرتے تھے۔عرب میں صرف ابوبکر وعمر ہی تھے یا ابوبکرؓ صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، علی المرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ابوعبیدہ ابن جراح یا ابوہریرہ ہوں صحابہ کبار ہوں ان سے پہلے جو عرب تھے ان کے پاس عربی النسل گھوڑے نہیں تھے ان کے پاس یہ تلواریں نہیں تھیں ان کے پاس عربی وجاحت نہیں تھی سب کچھ تھا زمانہ اُن کو جانتا بھی نہیں وہ عرب کے صحراؤں میں کھو گئے۔عرب کی ریت انہیں چاٹ گئی۔انہیں کوئی بھی نہیں جانتا یہ سارا کمال ایک ہستی کا ہے کسی کو جرنیل بنا دیا کسی کو صدیق بنا دیا کسی کو فاروق بنا دیا کسی کو مرتضیٰ بنا دیا یہ جو بھی بنا حضورؐ کے قدموں میں بیٹھ کر بنا اور بنانے والے کا بننے والے سے مقابلہ آپ کر سکتے ہیں۔آپ اچھا جانتے ہیں یا یہ گیڈٹ زیادہ فاضل ہے۔

جو شخص اپنے کندھے پر جرنیل کا رینک لیکر یہاں کمانڈ کر رہا ہے اس پوری اکیڈمی کو وہ زیادہ جانتا ہے یا جو میٹرک ایف اے یا بی اے کر کے کالج سے پرسوں اکیڈمی میں آیا وہ جانتا ہے ارے وہ تو وہی بنے گا جیسے آپ بنائیں گے کمال تو بنانے والے کا ہے۔وہ کہنے لگے بات آ گئی سمجھ میں۔

تو کمال یہ تھا حضور اکرم ﷺ کا کہ آپ نے اس معاشرے کو وہ تعلیمات دیں جو دنیا میں سوائے رسول کے کوئی دے سکتا ہی نہیں۔ ساری عمر تحقیقات کرتے کرتے ایک انسانی بدن کے اجزاء تک بات آئی، روح کی بات نہ کی زندگی کو انسان کی پیدائش سے لیکر اس کی موت پر ختم کر دیا نبی کریم ﷺ نے ایک انسان کو وہ علم عطا فرمادیا کہ عالم ارواح سے لیکر میدان حشر سے گزار کر جنت و دوزخ اور ابدی زندگی تک عطا فرمائی۔

آپ صرف ایک بات کو ہی دیکھیں کہ ایک عام مسلمان پیچھے دیکھتا ہے تو عالم ارواح تک کی خبر ہے۔ سامنے دیکھتا ہے تو موت مابعد الموت برزخ حشر نشر جنت و دوزخ اور ابدالآباد تک دیکھتا چلا جاتا ہے بظاہر ہر ہل چلانے والا کاشت کار ہے جنگل کاٹنے والا لکڑ ہارا ہے، عام ساز میندار ہے عام سا برتن بنا کر بیچنے والا مزدور ہے عام سا سٹیشن پر مزدوری کرنیوالا قلی ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ پڑھنے سے کم از کم علمی استعداد جو اس میں پیدا ہوئی وہ عالم ارواح سے لے کر ابدالآباد تک کی حیات انسانی پر محیط ہے۔ اگر آج کا کلمہ گو یہ کچھ پاسکتا ہے تو جو چشم رسالت کے روبرو تھے انہوں نے کیا کچھ نہ پایا۔ یہ تو بات تھی معلومات کی۔ اس کے ساتھ حضور نے صرف معلومات نہیں بانٹیں۔ تعلیمات وہ عطا فرمائیں کہ زمین پر بسنے والے لوگ جب بات کرتے تھے تو عرش بالا کی کرتے تھے۔ ایک آدمی کھجوریں بیچتا ہے، ایک خریدتا ہے اب بھلا اس میں عرش کو آخرت کو کیوں دخل۔ کھجوریں ہیں اس نے خریدنی ہیں اس نے بیچنی ہیں۔ بیچنے والے کی نگاہ بیچنے میں آخرت پر ہے کہ بیچنے میں اگر کوئی قصور ہوا تو کھجور تو بک جائے گی۔ آخرت بگڑ جائے گی اور خریدنے والے کی نگاہ بھی آخرت پر ہے کہ ایک کھجور ناجائز لے لی تو کھجور تو فالتو آجائے گی آخرت بگڑ جائے گی۔ بتاؤ یہ وسعت نظر انہیں کس نے عطا کی ہے پہلے عرب یہیں بستے تھے۔ انہیں تو اپنے آپ کا پتہ نہیں ہوتا تھا۔ انہیں تو اپنے مال واسباب کا پتہ نہیں ہوتا تھا اب کائنات سے بات کرتے ہیں۔ ارے بدو اور صحرا نشین کسی سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں یہ کام کرلو نہیں کرو گے تو اللہ کریم ناراض ہو جائے گا۔ یہ معمولی بات ہے کیا آپ کسی سے کہتے ہیں کہ یہ کام کرلو اس کا وقت ہے کہ کرلو انعام پاؤ گے نہیں کرو گے تو رب العالمین کی رضامندی چھوڑ دو گے، کتنی بڑی بات ہے اس مشت خاک کو رب العالمین کی رضامندی پسند و ناپسند سے باخبر کس نے کیا۔

؎ کر دیا ہم سخن بندوں کو خدا سے تو نے

کہاں سے لایا لوگوں کو بتوں کے سامنے سے، آگ کی پوجا کرتے ہوئے پتھروں کو پوجتے ہوئے اور درختوں کو پوجتے ہوئے، ذلتوں میں، چوریوں میں، ڈکیتیوں میں، برائیوں میں مبتلا لوگوں کو لیا اور اللہ کے روبرو کھڑا کر دیا۔

جب کوئی پوچھے کہ رسول اللہ ﷺ نے انسانیت کو کیا دیا تو اس کا آسان تر جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انسانیت کو کیا نہیں دیا۔ صرف معلومات اور تعلیمات نہیں دیں برکات بھی دیں۔

برکات کا یہ عالم ہے کہ وہ لوگ جو بالکل ہی اللہ سے آشنا نہیں تھے۔ اللہ سے ایسے آشنا کر دیئے کہ انہوں نے جو جوتا پہنا اس میں سے بھی اللہ اللہ کی آواز آئی۔ حدیث شریف میں موجود ہے، صحابہ فرماتے ہیں ہم کھانے کے لئے اپنے سامنے کھانا رکھتے تھے اس سے اللہ کی تسبیحات سنا کرتے تھے۔ حالانکہ ہم اسی کھانے کو کھا رہے ہوتے تھے۔ انہی کے سینوں کا پرتو ہوتا تھا یہ جمال یہ روشنی یہ نورانیت انہوں نے کہاں سے پائی۔ یہ تھیں برکات محمد رسول اللہ ﷺ۔

وہ دور گیا وہ لوگ گئے، لیکن ایک بات رہ گئی ہے۔ آج بھی اگر آپ چیک کرنا چاہیں تو پرکھنا چاہیں تو گھوڑا بھی حاضر، میدان بھی حاضر۔

تاریخ بتاتی ہے کہ صحابہ نے زمین کے کس کس خطے میں اسلام پہنچایا ہے جہاں کسی صحابی کے قدم لگے ہیں وہاں سے آج تک اسلام کومٹایا نہیں جا سکا جس زمین پر کسی صحابی نے آذان کہی ہے پندرہویں صدی آگئی ہے آج تک وہاں آذان ہورہی ہے یہ ان کے وجود میں برکات کس نے بھردیں؟ محمد رسول اللہ ﷺ نے۔ ان لوگوں کوتو حضور نے کندن بنادیا ہے۔

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا
یہ بجلی کا چرچا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

لیکن جب ہم اللہ کی کتاب کی طرف توجہ کرتے ہیں جو بات اللہ کی کتاب ارشادفرماتی ہے آج بھی کہہ رہی ہے سن لوتمہارے پاس میرا رسول آچکا۔

لقد جاءکم رسول اللہ ﷺ ۔ جب وہ قوم تیار ہوئی حضور میدان کارزار میں تھے۔

حجتہ الوداع کا موقع تھا جب یہ ایت نازل ہوئی۔

الیوم اکملت لکُم دینکُم داتمتُ علیکُم نعمتی ورضیتُ لکُم الاسلام دیناً

یہ اتنا بڑا انعام تھا کہ آدم علیہ السلام سے لیکر عیسیٰ علیہ السلام تک...... اتنامکمل کہ اس کے بعد کوئی نئی چیز حلال نہیں ہوگی۔ جو آج حلال ہے کل حرام نہیں ہوگی۔ عبادت کا کوئی نیا طریقہ نہیں بتایا جائے گا۔ جوکچھ ہونا تھا وہ ہو چکا۔ تمہارا دین مکمل ہوگیا اور جو انعامات مخلوق لے سکتی ہے وہ میں نے مکمل کردیئے اس سے کوئی بڑا انعام مخلوق لینے کا تصور نہیں کرسکتی...... واتممت علیکم نعمتی ۔اپنی نعمت کوتمام کردیا اب اس سے زیادہ بڑی نعمت کا کوئی سوچ نہیں سکتا۔

صحابہ بڑے خوش ہوئے تو انہوں نے کہا ابوبکر کو تلاش کرو انہیں مبارکباد دیں۔ انہیں تلاش کیا تو خیمے کے گوشے میں بیٹھے تھے آنسو رواں ہیں حضرت آج تو خوشی کا موقعہ ہے فرمایا ہاں اس لحاظ سے تو خوشی کا موقع ہے کہ اللہ کا بہت بڑا احسان ہے لیکن جس بات پہ میں روتا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر یہ انعام مکمل ہوگیا تو یہ دنیا حضور کے قابل نہیں ہے پھر آپ یہاں نہیں رہیں گے جس بات پہ میں پہنچا ہوں اس آیت کوسن کر وہ یہ ہے کہ اس نے حضورؐ کے تشریف لے جانے کی خبر دی۔ جب کام ہی ہوگیا جس کے لئے حضورتشریف لائے تھے تو پھر آپ بیکار تو نہیں بیٹھیں گے اور یہی ہوا کہ اس آیت کے نزول کے اسی بیاسی دن بعد حضورؐ دنیا سے تشریف لے گئے۔

وہ تعلیمات جو ودیعت اس قوم کوحضورؐ نے فرمائیں قرآن نے فیصلہ دے دیا کہ قیامت تک آنیوالی انسانیت کیلئے ہیں۔

جن لوگوں نے خلوص دل کے ساتھ ان لوگوں کی غلامی، ان کا اتباع ان کے پیچھے چلنا اختیار کرلیا اس نے میری رضا کو پالیا۔ یعنی حضورؐ نے تو پیغام پہنچانا تھا گھر گھر۔ وہ ان غلاموں کے ذمے اللہ نے بھی لگادیا اللہ کے رسول نے بھی۔ ایک قوم ایک معاشرہ تیار کر کے وہ ذمہ داری ان کے سپرد کردی۔ اور انہوں نے حق خدمت یوں ادا کیا حضورؐ کے وصال کے بعد تیئس برس میں روئے زمین پر کوئی گوشہ ایسا نہیں تھا۔ جو اسلام کی آواز سے نا آشنا رہ گیا ہو۔ آپ تاریخ میں دیکھئے کہ تیئس برس کے اندر اندر معلوم دنیا کے تین حصے فتح ہو چکے تھے افواج اسلامی سے زیادہ تر سلطنتیں کلمہ توحید کے زیرنگیں آچکی تھیں اور افریقہ سے لیکر سائبیریا تک اور ہسپانیہ سے لیکر چین تک اسلامی ریاست بن چکی تھی۔ جہاں تک انسانی تاریخ پتہ دیتی ہے دنیا میں کسی زمانے میں نہ اُس سے پہلے بیک وقت اتنی بڑی ریاست کسی حکمران کے پاس آئی اور نہ اس کے بعد آئی ہے۔ آج یہ جو آپ کے پاس نصف صدر ریاستیں ہیں یہ ساری بھی اسی

نقشے کے اندر ہیں اس کے ساتھ بہت سا حصہ بھی تھا جس کو مسلمانوں نے کھودیا۔ یہ اس ایک امیر کے تابع تھیں جو مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کا خطیب ہوا کرتا تھا۔ ایک ملا کے تابع تھیں ایک مولوی کے تابع تھیں پھر تو یہ آیت کریمہ سچ ہوگئی کہ میرا رسول لوگو تمہارے پاس آچکا ہے لفظ بہ لفظ وہی الفاظ' لفظ بہ لفظ وہی عقائد آپ کے خدا نے روئے زمین پر پہنچا دیئے خدا نے سچ کہا کہ لقد جاءکم رسول۔ مقصد تو اللہ کا پیغام پہنچانا ہے۔

لیکن ایک بات رہ جاتی ہے صرف پیغام نہیں تھا نبی کریم ﷺ کے پاس آپ کے پاس کچھ کیفیات بھی تھیں یہاں بات انسانوں سے ہو رہی ہے۔ عام انسانوں سے' امت دعوت سے' جنہوں نے حضورؐ کی نبوت کا انکار کر دیا اللہ ان سے کہتا ہے۔

دیکھو میرا رسول تم ہی جیسی انسانیت میں سے ہے اور کیسا ہے کتنا ہمدرد کتنا غمگسار ہے تمہارا کہ ٹھوکر تمہیں لگتی ہے دکھ اسے پہنچتا ہے اے مخاطب یہ ان کے لئے ہے جنہوں نے بات ماننے سے انکار کیا ہے امت دعوت کفار مخاطب ہیں آج ہم یورپ میں' امریکہ میں' مغرب میں' روس میں' چین میں' جاپان میں خواتین کو ننگا دیکھ کر سوچتے ہیں کہ یہ کافروں کی عورتیں ہیں ان کو ننگا ہی رہنا چاہیے۔ یہ بات اسلامی نظریہ سے مطابقت نہیں رکھتی بلکہ برہنگی دیکھ کر ہمیں اپنی بے بسی کا خیال آتا ہے۔ کم از کم میں جب دیکھتا ہوں تو میں یہ سمجھتا ہوں اللہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس بظاہر وسائل نہیں تھے۔ جن کے لباس پھٹے ہونے تھے جن کے پاؤں میں جوتے صحیح سلامت نہیں تھے جن کے پاس کھانے کو نہیں تھا۔ صحرا نورد تھے لیکن کافر کافر بھی رہے تو اس کی عزت انہوں نے کی۔ آج ہمارے پاس وسائل تو ہیں لیکن کافر تو کافر مسلمان کی عزت سر بازار لٹتی ہے۔

ہم خوش ہوتے ہیں' درندگی دیکھ کر ہم خوش ہوتے ہیں بے حیائی دیکھ کر ہم بھول جاتے ہیں' کافر تو کافر ہے وہ تو جہنم جا رہا ہے ننگا ہے تو بھی جا رہا ہے اور کافر لباس پہن لے تو بھی نہیں بچے گا لیکن ہم سے پوچھا جائے گا تم نے ان پر محنت کی' کیا انہیں دیکھ کر تمہارے دل پر وہ چوٹ لگی تھی جو انہیں دیکھ کر نبی کے دل پر لگا کرتی تھی۔

تمہیں دیکھ کر میرے نبی کے دل پر چوٹ لگتی ہے اس کی راتیں تڑپتے گزر جاتی ہیں خدایا یہ تیری مخلوق ہے میری بعثت کے بعد بھی یہ سب چارے جہنم ہی جائیں گے یعنی جو شفقت نبی کی تھی جو کیفیت وہاں تھی کہ اللہ مجھے تو نے اس دنیا میں بھیجا رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا مجھے شفقتیں دیں محبتیں دیں انسانوں کی طرف بھیجا یہ اولاد آدم پھر بھی تیرے غضب کی حقدار رہی۔

تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لوگوں تم صرف خود دوزخ میں نہیں جا رہے ہو' میرا نبی بھی تمہارے لئے پریشان ہو کر روتا ہے۔ تم صرف خود نہیں جا رہے ہو۔ اب ایمان سے کہو نبی کی شفقتیں انہیں راتوں کو پریشان کر دیتی ہیں۔ مسلمانوں کی خطائیں' مسلمانوں کے گناہ انہیں پریشان کر دیتے ہیں۔ لیکن جسے ہم زیادتی کہتے ہیں جسے ہم اپنی پسند کا نام دیتے ہیں یہ کیا ہے؟

کیا کبھی ہم نے سوچا ہے جس کریم کو اتنا دکھ کافر کو جہنم میں گرتے دیکھ کر ہوتا ہے مسلمانوں کو گناہ کرتے دیکھ کر اسے کتنی تکلیف ہوتی ہوگی!

فرمایا لوگو! میرا رسول تمہارے پاس صرف آیا ہی نہیں ایسا انتظام کیا رب نے کہ بعثت نبوی کو' تعلیمات نبوی کو' انقلابات حیات نہیں روک سکے۔ حیات کا جو ایک تغیر ہے وہ اسے ختم نہیں کر سکا۔ جس وقت جو الفاظ حضورؐ نے فرمائے تھے وہ الفاظ فضاؤں میں گونج گئے ہیں اور جب تک زمین آسمان قائم رہے گا احساس دلاتے رہیں گے کہ اللہ کا رسول یہ پیغام پہنچاتا رہا ہے۔ اللہ کے رسول کے خادم یہ چیزیں بجا لاتے رہیں گے۔

لیکن یاد رکھیں! یہ بات نوٹ کرنے کی ہے جو ہم دوسروں کو نیچا

دکھانے کے لئے کرتے ہیں کہ فلاں کو میں نے نیچا دکھا دیا یہ طریق محمدی نہیں ہے طریق محمدیؐ یہ ہے کہ کافر کے لئے بھی اس کے کفر کے لئے بھی درد پیدا ہو اور دکھ لگے اور اس محبت سے آدمی کہے کہ اے کاش یہ آدمی بھی گمراہی سے بچ جاتا۔ ہمیں اسے نیچا نہیں دکھانا' اسے سرفراز کرنا ہے ہم نے اسے رسوا نہیں کرنا اسے سربلند کرنا ہے۔ ہم نے اسے پریشان نہیں کرنا اسے عطا کرنا ہے ہماری تبلیغ تو دوسروں کو کافر بنانے کیلئے ہوتی ہے!

بندوق ملتی ہے حفاظت کے لئے' آپ اس سے ڈاکہ ڈالنا شروع کر دیں کائنات میں یہ تعلیمات انسانیت کی حفاظت کیلئے ہیں محبت بانٹنے کے لئے تھیں شفقتیں لٹانے کیلئے تھیں۔ اب اگر میں کہوں یہ جو لوگ میرے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں۔ یہ بڑے اچھے مسلمان ہیں باقی جو ہیں وہ کافر ہیں اس سے بھی کوئی بڑا ظلم ہوگا!

اگر یہ واقعی اتنی بڑی نعمت ہے تو میرے دل میں تو محبت ہونی چاہئے کہ لوگوں کو پیار سے بتاؤں کہ لوگو! اس میں اتنا نفع ہے تم بھی کماؤ بڑے کام کی چیز ہے' محبت ہے تو سب کچھ ہوسکتا ہے۔

فرمایا! میرا نبی ساری کائنات سے بے نیاز ہے لیکن اولادِ آدم تمہارے معاملے میں لالچ کی حد تک چلا جاتا ہے۔

کبھی سیر نہیں ہوتا کہ سب آدمی مسلمان تھے تب بھی اس کا مزاج وہی تھا جب تھوڑے تھے تب بھی اس کا مزاج وہی تھا۔ اے اللہ اور لوگوں کو ہدایت دے یا اللہ مزید لوگوں کو ہدایت نصیب فرما۔ اس کے مزاج میں وہ استغنیٰ لوگوں کی طرف سے نہیں آیا فرمایا میری ساری کائنات سے مستغنی ہے میں نے فرمایا اے نبی اگر تو چاہے تو ان پہاڑوں کو سونے کا بنادوں۔ فرماتا ہے۔ اے خدایا مجھے مسکین ہی زندہ رہنے دے ۔ اے اللہ مجھے مسکینوں میں موت دے اور مسکینوں میں زندہ رہنے دے۔ لیکن جب تمہاری بات ہوتی ہے تو اس بات پر راضی نہیں ہوتا کہ جو ہو چکے ہیں مسلمان وہی کافی ہیں لالچ کی حد تک مانگتا چلا جاتا ہے۔

یہ حال تو ان کے لئے ہے جو نہیں مانتے اب آ گئی ان لوگوں کی باری جنہوں نے ایمان قبول کیا۔ اللہ فرماتے ہیں میں ان کی بات کرتا ہوں۔ مومن کے ساتھ میرے نبی کی بات کیا ہے فرماتا ہے یہ بات کہنے سننے کے قابل نہیں ہے خدا کچھ تو ہوگی۔ فرمایا

مومنوں کے ساتھ اس کا معاملہ رحمت کا ہے وہ بخشش جس کی حد نہیں ایسی رحمت جس کی انتہا نہیں۔ وہ گناہوں خطاؤں' غلطیوں' کوتاہیوں' سستیوں' لغزشوں کی پرواہ ہی نہیں کرتا۔ ایمان لے آؤ زمین وآسمان کے درمیان کو گناہ سے بھر دیا ہو۔ ایک بار مسلمان ہو کر اس کے پاس آؤ پھر اس کی بخششیں تمہارے لئے کافی ہیں۔

اللہ فرماتا ہے کہ میں اس تعلق پر بحث نہیں کروں گا جو میرے نبی کو ان لوگوں سے ہے جو ایمان لے آئے اور دیکھ لو کہ کافر کے ساتھ کتنی باتیں گنوائیں۔ مومن کے ساتھ بالمومنین ہی کہہ دیا اتنا ہی کافی ہے کہ مومن کے لئے میری نبی کے پاس رافت اور رحمت ہی ہے۔ رافت ہوتا ہے خطاؤں سے درگزر کرنا۔ رحمت ہوتا ہے کام تھوڑا ہو اس کی مزدوری زیادہ ہونا فرمایا ایسا کریم ہے تم گناہ کرتے ہو وہ چھپا لیتا ہے' کوتاہیاں اور غلطیاں کرتے ہو وہ چھپا لیتا ہے ارے تم تھوڑی عبادت کرتے ہو وہ تمہارے لئے زیادہ مانگتا ہے۔ یعنی تم مزدوری کم کرتے ہو وہ تمہیں دینا زیادہ چاہتا ہے تم گناہ کرتے ہو وہ تمہاری بخشش کے لئے ہر آن دست بدعا ہے اب ایسے تعلق کی وضاحت کردی والدین کا تعلق بھی ایسا نہیں دوستوں کا تعلق بھی ایسا نہیں۔ سب سے پیارا تعلق تو والدین کا ہے ایک دفعہ بات نہ مانو تو دس دفعہ نہ مانو بیس دفعہ نہ مانو آخر تھک جاتے ہیں کہتے ہیں ہم تو اب برداشت نہیں کر سکتے۔ اللہ فرماتے ہیں اتنا کریم ہے۔ کبھی آج تک اس نے مجھ سے یہ نہیں کہا کہ کوئی مسلمان مجھ پر بھاری ہے خواہ تم کچھ کرتے ہو لیکن وہ یہ نہیں کہتا

کہ تم مجھ پر بھاری ہو اور تم تھوڑا کام کرو وہ مجھ سے کروڑوں گنا زیادہ طلب کرتا ہے۔

اس کے بعد کلام باری کا رخ اپنے نبی کی طرف پھر جاتا ہے پہلے بھی اشارہ دیا' کبھی وقت نے ہمارا ساتھ نہیں دیا ہم مصروف لوگ ہیں دنیا ہمیں نہیں چھوڑتی۔

فرمایا وہ ہمیشہ اللہ کے لئے اللہ کے دین کے لئے اللہ کی باتیں سنانے کے لئے وقت صرف کرتا ہے کتنے خوش نصیب لوگ تھے جب دنیا کے لئے کم اور دین کے لئے زیادہ وقت ہوتا تھا ان کے پاس اس وقت یہ تکلفات نہیں تھے۔ سادہ کھاتے تھے لوگ' سادہ زندگی بسر کرتے تھے زندگی میں اتنے تکلفات آ گئے ہیں کہ سارا وقت انہوں نے لے لیا۔ جسطرح تعلیمات حضورؐ کے خدام کے طفیل ملتی ہیں اسی طرح یہ کیفیات بھی باقی رہتی ہیں کیونکہ یہ بھی حضورؐ کی ہیں۔ دنیا میں یہ محبتیں بانٹنے والے لوگ ہوتے ہیں کوئی نہ کوئی دروازہ ایسا ہوگا جہاں ہر آنیوالے کو محبت ملتی ہوگی گناہ کر کے دیکھ لو خطا کر کے دیکھ لو کوتاہیاں کر کے دیکھ لو کوئی نہ کوئی جائے پناہ ہوگی۔ وہی جہاں نبی رحمت کی برکتیں ہونگی ورنہ کسی انسان میں حوصلہ نہیں ہے کسی انسان میں یہ خصوصیت ہے ہی نہیں یعنی جس طرح آپ کی تعلیمات کو اللہ نے باقی رکھا اسی طرح برکات و کیفیات کو بھی باقی رکھے گا۔ جب تک یہ امت رہے گی کتاب بھی یہی ہے نبی بھی یہی ہے۔ تعلیمات بھی یہی ہیں برکات و کیفیات بھی یہی ہیں لینا دینا تو اپنے نصیب کی بات ہے

اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے میرے حبیب اگر اتنی شفقتوں کے بعد بھی لوگ تیری طرف توجہ نہ دیں بھاگ جائیں تم سے پھر بھی روگردانی کریں پھر ان جانیوالوں کو صاف بتا دو۔ اے لوگو! میں تمہارا غرض مند نہیں ہوں...... ان کو یہ بات بتا دو میرے لئے تو میرا اللہ ہی کافی ہے' مجھے تم سے کوئی غرض تو نہیں ہے۔ دنیا میں کہیں جاؤ غرض ہوتی ہے ہر جگہ امیر کے دروازے پر جاتے ہیں ہم اپنی غرض لے جاتے ہیں ہم اس پہ احسان نہیں کرتے وہ غریب سے محبت کرتا ہے اس لئے کہ اس کی آس بھی غریب سے وابستہ ہوتی ہے فرمایا یہ ایسی بارگاہ ہے کہ یہاں صرف اللہ کافی ہے کسی انسان کی ضرورت نہیں۔

اس کا کیا ہے تم نہ سہی تو چاہنے والے اور بہت
ترک تعلق کرنے والو تم تنہا رہ جاؤ گے

تمہیں اس جیسا کوئی نہیں ملے گا۔ اسے تمہاری احتیاج ہماری آپ کی احتیاج نہیں ہے فرمایا اگر کوئی اتنی محبتوں اتنی شفقتوں اتنی رفعتوں اتنی رحمتوں کے باوجود بھی چھوڑ کر جاتا ہے تو میرے نبی سے کہہ دے کہ مجھے تو اللہ کافی ہے مجھے تجھ سے کچھ نہیں لینا۔ میرے لئے اللہ کافی ہے۔ وہ تو ایسا پروردگار ہے جس کی گود میں سینکڑوں کائناتیں پل رہی ہیں عرش عظیم پر وہ محیط ہے جو آسمان اور جو سماوی اور سینکڑوں دنیا کے کروڑہا سیارے اس کی گود میں پل رہے ہیں اس سارے نظام کو وہ خود چلا رہا ہے تو کوئی انسان بھاگ جائے اور اتنی بڑی ہستی کے پاس نہ جائے تو فرمائیے کہ میرا بھروسہ تو اس پر ہے مجھے آپ سے کچھ نہیں لینا ہاں محبت کی شفقت کی انسانیت کے رشتے میں پرو دیا فرمایا اے رسول ﷺ! ان سے کہہ دو کہ میں تو محبتیں بانٹتا ہوں اسلام واقعی محبتوں کا شفقتوں کا نام ہے ہماری گفتگو کا حاصل یہ ہوا آپ ﷺ اللہ کے آخری رسول' قرآن آخری کتاب' امت آخری امت، ہے آپ نے برکات بانٹیں ہیں آپ کے زمانے میں بھی آپ کے خدام تک پہنچیں حضورؐ کے چشم عالم سے پردہ فرمانے کے بعد بھی پہنچ رہی ہیں صرف تعلیمات ہی نہیں پہنچیں وہ شفقتیں وہ رحمتیں وہ برکتیں بھی پہنچیں جو حضورؐ نے بانٹیں ہیں تب بھی پہنچیں اب بھی پہنچ رہی ہیں اور انشاء اللہ پہنچتی رہیں گی۔ اب یہ اپنا اپنا نصیب ہے اللہ کریم ہم سب کو توفیق دے۔ ....☆☆☆

اسلام آسان ترین طرز حیات ہے

اسلام دین ہے۔ جو دستور حیات اسلام نے دیا یہ زندگی کو آسان کرتا ہے۔ ایک قاعدہ ہے کہ آپ دو نقطے ملانا چاہتے ہیں تو جتنی لائنیں کھینچیں گے' ساری لمبی ہوں گی' ٹیڑھی میڑھی ہوں گی لیکن جو لائن سب سے مختصر ہوگی' سیدھی بھی ہوگی' اسے خط مستقیم کہا جاتا ہے اسلامی طرز حیات خط مستقیم کی طرح ہے اس کے علاوہ جتنی تہذیبیں ہیں' ان میں اینچ پیچ اور تکلیفیں زیادہ ہیں لیکن زندگی کی آسانیاں کم ہیں۔ کسی کام کو کرنے کا جو بھی صحیح طریقہ ہوتا ہے' وہ ہمیشہ آسان ہوتا ہے۔

ہر کہ دانا کند کند ناداں

لیک بعد از خرابی بسیار

یعنی جو کچھ بھی دانشور کرتا ہے' کرتا بے وقوف بھی وہی ہے لیکن وہ بڑی خرابی کے بعد کرتا ہے۔ بہت سی چیزیں ضائع کرنے کے بعد وہ کام کرتا ہے جو دانا شروع میں ہی کر لیتا ہے۔ دین اسلام یا طریق حیات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا' یہ دانش ہے' دانائی ہے اس لئے قرآن نے اسے حکمت کہا ہے۔ ویعلمھم الکتب والحکمتہ کتاب تو قرآن کریم ہے اس کی جو تشریحات حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائیں وہ حکمت ہے اور زندگی کا آسان ترین راستہ ہے اور خدانخواستہ جتنا ہم اسلام سے ہٹیں گے' اتنی ہمیں تکالیف ہوں گی' مشکلات آئیں گی' پریشانیاں ہوں گی پھر دوسری مزے کی بات یہ ہے کہ اسلامی طرز حیات محض دستور حیات نہیں' یہ دین ہے۔

ماخوذ از اکرم التفاسیر جلد دوئم صفحہ 282

تعاون

تاجران کاٹن یارن اینڈ پی سی یارن

شیخ ناصر' شیخ عبدالستار گلی نمبر 1 بالمقابل رحمان مارکیٹ

منٹگمری بازار فیصل آباد فون 041-2617075-2611857

المرشد سے انتخاب

برکاتِ رمضان

☆ امیر محمد اکرم اعوان ☆
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ○

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْآنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ

وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ○

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ

الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ○

مَولَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ ذَانَتْ بِہِ الْعُصُرُوْا۔

الحمدللہ، زندگیء مستعار میں ایک رمضان المبارک اور نصیب ہوا۔ کتنے ایسے لوگ تھے جو ہمیں عزیز بھی تھے اور پچھلے رمضان المبارک میں الحمدللہ ہمارے ساتھ بھی تھے اس دفعہ رمضان المبارک سے پہلے دنیا سے جا چکے ہیں اور ہم میں سے کتنے ہوں گے جو شاید اگلے رمضان المبارک میں نہیں ہوں گے۔ یہ اللہ کریم کا احسان ہے کہ اس نے ایک دفعہ پھر یہ بابرکت مہینہ نصیب فرمایا اور بالخصوص ہم پر اللہ کا ایک اور بڑا احسان ہے کہ ہمیں انہوں نے ایک ایسا شخص عطا فرمایا ہے کہ گزشتہ تین رمضان المبارک سے ہم قرآن الحکیم کی مختلف قرأتیں سن رہے ہیں اور اس دفعہ چوتھی قرأت سن رہے ہیں۔

زندگی میں بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں تمام قرأتوں پر قرآن کریم کا سننا نصیب ہوا اور بہت کم ایسے قاری صاحبان ملتے ہیں جنہیں ہر قرأت اس طرح یاد ہو کہ وہ نماز میں سُنا سکیں۔ یہ ایک مشکل کام ہے۔ چونکہ ہر قرأت میں زیر، زبر کا فرق ہے، حروف کی ادائیگی اور تلفظ کا فرق ہے، معنی اور مفاہیم ایک ہیں۔ قرآن حکیم کی قرأتیں بالکل اس طرح ہیں جس طرح ہر زبان میں۔........ آپ پنجابی کو ہی لے لیجئے۔ یہ پورے پنجاب کی زبان ہے لیکن ہر علاقے میں ادائیگی میں، حروف کے تلفظ میں، زیر زبر میں تھوڑا بہت فرق ہے۔ اسی طرح قرآن حکیم چونکہ عربی میں نازل ہوا اور عربی کی جو معروف ادائیگی کی اقسام اس وقت موجود تھیں ان میں تمام قرأتوں میں نازل ہوا۔ الفاظ کی زیر، زبر یا پیش یا ادائیگی کا انداز بدل جاتا ہے لیکن مفہوم وہی ہوتا ہے جو مروّجہ ایک قرأت میں ہے جو کثرت سے دنیا میں پھیلی ہے۔ تو یہ اللہ کریم کا بہت بڑا احسان ہے کہ ہمیں گزشتہ تین رمضان المبارک سے، یہ چوتھا ہے کہ قاری صاحب کی صورت میں اللہ نے ہم پر رحمت فرمائی اور مختلف قرأتیں سننے کا اتفاق ہوا اور اللہ کرے، ہمیں بھی فرصت دے اور انہیں بھی عمر دراز دے اور مہلت دے کہ یہ ساری قرأتیں نماز میں، تراویح میں سننا نصیب ہوں۔ ایک بہت بڑی عظیم سعادت ہے

اللہ جل شانہٗ ذات والا صفات ہمارے اندازوں سے زیادہ پاک، ہماری سوچوں سے زیادہ بلند اور ہمارے خیالات سے زیادہ ارفع و اعلیٰ ہے۔ جب بھی رب جلیل نے اپنے کسی نبی، کسی پیغمبر سے کلام فرمایا تو آپ انبیاء علیہم السلام کی اگر زندگیوں پر غور فرمائیں گے تو ایک چیز آپ کو تمام نبیوں اور تمام رسولوں میں ملے گی کہ جب نزول کلام کا وقت آیا تو انہیں دنیا سے الگ کر کے چلہ کشی

کی صورت میں یا تنہائی کی صورت میں ذکر اذکار کے لئے بیٹھنا پڑا۔ موسیٰ علیہ السلام کو چلہ کشی کرنا پڑی تب کتاب الٰہی نصیب ہوئی۔ اور معروف واقعہ ہے کہ بعد میں قوم گمراہ ہوگئی اور پھر آپ تشریف لائے اور ناراض ہوئے' ایک لمبا قصہ ہے۔ اسی طرح آقائے نامدارﷺ حرا میں تشریف لے جاتے اور مہینوں معتکف رہتے اور حرا میں نزول قرآن کی ابتدا ہوئی۔ مراد یہ ہوتی ہے کہ نبی معصوم ہے' خطا سے پاک ہے' اس کے باوجود چونکہ وہ انسانوں میں رہتا ہے جس معاشرے میں کوئی رہتا بستا ہے اس کی ہوا' اس کی فضاء اس کے وجود کو متاثر کرتی ہے۔ گرم ملکوں میں رہیں گے تو گرمی متاثر کرتی ہے اور برف پوش پہاڑوں پر چلے جائیں تو سردی اثر کرتی ہے اسی طرح کچھ نظر نہ آنے والی کیفیات ہوتی ہیں انسانی معاشرے کی' انسانی کردار کی تو جب کلام الٰہی کا نزول ہوا تو اللہ کریم نے انبیاء علیہم السلام کو بھی تنہائی اختیار کرنے کا حکم دیا تاکہ کوئی ذرہ کسی گرد کا' جو ان کا اپنا نہیں ہے لیکن جس معاشرہ میں رہتے ہیں اور وہاں جو لوگوں کے کردار سے جو ایک دھواں بنتا ہے جو نظر نہیں آتا اس کا کوئی شمہ کہیں کسی کونے کھدرے پر نہ ہو بلکہ مکمل یکسوئی' عبادت' پاکیزگی نصیب ہو حالانکہ نبی معصوم ہوتے ہیں اور جب اس کلام میں غیر نبی کو مخاطب فرمایا جائے اس کلام کو ہر کسی کے لئے عام کر دیا جائے اور ہر ایک بندے سے بات کی جائے تو اس بندے کو کس قدر پاکیزگی' کس قدر طہارت کتنی محنت اور کتنے مجاہدے کی ضرورت ہوگی۔ اگر وہ قرآن کو سمجھنا چاہتا ہے' اگر وہ قرآن کو جاننا چاہتا ہے تو کلام الٰہی کو سمجھنے کے لئے کس قدر پاکیزگی' کتنے مجاہدے کتنی محنت کی ضرورت ہوگی' اس سارے مجاہدے کو رب جلیل نے رمضان المبارک کے ان گنتی کے دنوں میں سمو دیا اور وہ ایسا کریم ہے کہ اس نے اس ماہ مبارک میں ایسی برکات رکھ دیں کہ نبی علیہ الصوۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ جس کسی نے رمضان کا روزہ ایمان اور احتساب سے رکھا' یاد رکھیں یہاں دو شرطیں لگائیں۔ ایک تو یہ کہ اس کا اللہ پر ایمان پختہ ہو' ضروریات دین پر یقین پختہ ہو' نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان پختہ ہو' آخرت پر' کتاب اللہ پر ایمان پختہ ہو اور دوسرا ''احتساباً'' اس لئے روزہ رکھے کہ اپنا احتساب کرے بیٹھ کر کہ آج تک زندگی میں میں نے کیا کھویا کیا پایا' کتنا میں نے اللہ کی اطاعت کے دائرے کے اندر اپنی زندگی کو خرچ کیا اور کتنے لمحات مجھ سے ضائع ہو گئے' اطاعت الٰہی کی حدود سے باہر چلے گئے اور میں نے شیطان کے سپرد کر دیئے۔ یہ احتساب اسے احساس دلائے گا کہ جو غلطیاں' جو کوتاہیاں ہوئی ہیں ان کی معافی طلب کرے۔ تو فرمایا کہ جس کسی نے ایمان اور احتساب کے ساتھ ایک روزہ رکھا اس کے زندگی کے پہلے سارے گناہ معاف کر دیئے گئے۔

ایک تو اس مہینے میں یہ فضیلت رکھی کہ جب ایک روزہ' پہلا روزہ آپ نے رکھا تو زندگی کے سارے گناہ معاف ہو گئے بلکہ روزہ رکھنے سے پہلے' پہلی رات' رمضان مغرب سے شروع ہوتا ہے۔ شرعی تقویم کے مطابق مغرب کی نماز اگلے دن کی شروع ہوتی ہے۔ تاریخ بدل جاتی ہے سورج ڈوبنے کے ساتھ اور مغرب جو ہم پڑھتے ہیں وہ نئی تاریخ کی پہلی نماز ہوتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ نماز فجر سے شروع ہوتی ہے' نہیں' حقیقتاً مغرب سے شروع ہوتی ہے اور مغرب کی نماز اگلے دن کی پہلی نماز ہوتی ہے۔

تو فرمایا کہ جس نے رمضان کی رات کو ایمان اور احتساب کے ساتھ قیام کیا اور فرماتے ہیں کہ جس نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کر لی اور فجر کی باجماعت پا لی وہ قائم اللیل ہے۔ اس نے گویا ساری رات قیام کیا۔ نماز ادا کرنے کے بعد سو گیا اور اٹھا تو پھر نماز ادا کی' وہ قائم الیل ہے پھر اس کے ساتھ' عشاء کے

ساتھ تراویح ادا کیں، پھر اس کے بعد اس نے نوافل پڑھے یا تلاوت کی یا تہجد پڑھی یا اس کے بعد اس نے فجر سے پہلے جو کچھ کیا تو یہ ساری اس پر مزید محنت ہے تو فرمایا کہ جس نے رمضان کی رات کا قیام ایمان اور احتساب کے ساتھ کیا اس کے اس سے پہلے کی زندگی کے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ پہلی رات کا قیام جو ہے اس نے بندے کو اس طرح کر دیا کہ زندگی کی ساری خطائیں معاف ہو گئیں، اب اسے رمضان کا دن نصیب ہوا تو اس نے مزید اس میں طہارت بڑھا دی، اگلی رات آئی اس نے مزید لطافت پیدا کی، اگلا دن آیا اس نے مزید پاکیزگی میں اضافہ کیا تو گویا بندے میں ہر آن، ہر لمحہ یعنی جتنا میل تھا وہ تو پہلی رات کو ہی ختم ہو گیا اب مزید جس طرح آپ کپڑے کو دھوتے ہیں اس سے میل صاف ہو جاتا ہے پھر اسے چمکانے کیلئے کلف لگاتے ہیں پھر اسے مزید خوبصورتی دینے کے لئے استری کرتے ہیں تو یہ جو پہلی رات کے بعد آگے جو مسلسل رمضان المبارک کے دن ہیں اور رمضان المبارک کی راتیں ہیں یہ اس پر مزید لطافت، پاکیزگی، تقدس بڑھاتی چلی گئیں حتیٰ کہ جب آخری عشرے میں داخل ہوا تو اسے لیلتہ القدر نصیب ہوئی۔ اب لیلتہ القدر ایک رات اللہ نے ایسی بنا دی جو ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ یعنی لیلتہ القدر کی ایک رات اور پھر اس بندے کو لیلتہ القدر نصیب ہو جاتی ہے۔ جو عشاء باجماعت ادا کرتا ہے، اور فجر باجماعت ادا کرتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ صرف جاگنے والے کو نصیب ہو جاتی ہے، اس کی برکات ہر اس بندے کو نصیب ہو جاتی ہیں جو قائم اللّیل ہوتا ہے اور قائم اللّیل، عشاء کو باجماعت ادا کر کے فجر باجماعت ادا کرنے والا قائم اللّیل ہوتا ہے تو گویا ہر مسلمان کو لیلتہ القدر کی برکات بھی نصیب ہو جاتی ہیں، گویا اس نے ہزار مہینے سے جو کم و بیش چوراسی پچاسی سال کے قریب بنتا ہے، مسلسل مجاہدہ کیا ہو مسلسل عبادت کی، مسلسل روزے رکھے، مسلسل جہاد کیا، زندگی کا ایک ایک لمحہ اطاعت الٰہی میں گزارا، یہ کیفیت اسے چند لمحات میں..... جو کچھ اس پر نتیجہ مرتب ہونا تھا وہ نتیجہ اسے اس ایک لمحے میں نصیب ہو گیا۔ جس طرح کوئی ہزار مہینہ محنت کرے تو جو مزدوری ملتی ہے، وہ مزدوری اگر کسی کو صرف حاضری پر عطا کر دی جائے کہ تم آئے ہو تو تم اس سے زیادہ لے لو تو یہ تو دینے والے کی عطا ہے۔

اسی طرح نوافل کا درجہ ثواب کے حساب سے فرائض کے برابر کر دیا گیا کہ رمضان المبارک میں جو نفل ادا کرتا ہے وہ فرائض کا ثواب پاتا ہے اور جو فرائض ادا کرتا ہے وہ ستر گنا اور ستر محدود نہیں ہے، ستر عربی محاورے میں ایک عام لفظ ہے کہ جب بہت زیادہ کسی بات کو کہنا ہو تو کہتے ہیں ستر گنا، ستر بار تو اس سے مراد ہوتی ہے بے شمار، بہت زیادہ یعنی فرض کا ثواب بہت زیادہ بڑھا دیا گیا۔ پھر سب سے مزے کی بات یہ کہ رمضان المبارک کا چاند طلوع ہوتا ہے تو چھوٹے بڑے تمام شیاطین قید کر لئے جاتے ہیں۔ ابلیس سے لے کر اس کی تمام اولاد تک۔

ہم پورا سال اپنے ہر جرم کا الزام ابلیس کو دیتے ہیں لیکن کم از کم رمضان المبارک میں ہمارا جو کردار ہے اس کا الزام ابلیس پر نہیں جاتا۔ ہمارے اندر جو شیطنت بھر گئی ہے یا اللہ کی نافرمانی کرتے کرتے اور شیطان کے ساتھ چلتے چلتے جو شیطانی خصوصیات ہمارے اندر آ گئی ہیں رمضان المبارک میں جو برائی ہو گی وہ اس کے ذریعے سے ہو گی کہ کوئی شیطنت ہمارے اندر بھی ہے۔ کچھ انسان تو مجسم شیطان بن جاتے ہیں جس طرح ارشاد ہے قرآن حکیم میں **شَيَاطِيْنَ الجِنِّ وَالاِنْس** ۔شیطان جنوں سے بھی ہیں اور انسانوں سے بھی ہیں۔ شیطان اپنے دوستوں سے

سرگوشیاں کرتے ہیں، ان سے باتیں کرتے ہیں، انہیں باتیں بتاتے ہیں کہ یہ کرو، وہ کرو، تو کچھ انسان، انسان ہوتے ہوئے اتنے گر جاتے ہیں کہ وہ مجسم شیطان بن جاتے ہیں۔

یاد رکھیں رمضان المبارک میں جتنا ظلم ہوگا، جتنی نافرمانی ہوگی، جتنا جھوٹ بولا جائے گا، جتنی برائی ہوگی، یہ اس وجہ سے ہوگی کہ شیطانوں کے اوصاف انسانوں میں آ گئے اور دوسروں کو دیکھنے کی بجائے ہمارے اپنے لئے ایک آئینہ ہے رمضان المبارک کہ ہم اس میں دیکھیں کہ میرے اندر کہیں شیطنت تو نہیں ہے، میں کسی کی برائی تو نہیں سوچ رہا۔ میں کہیں اللہ کی نافرمانی کا ارادہ تو نہیں کر رہا۔ اور اگر یہ احتساب نہ ہو، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ زبان کا روزہ یہ ہے کہ وہ جھوٹ نہ بولے اور ذکر الٰہی سے روشن رہے، تر رہے، کان کا روزہ یہ ہے کہ جھوٹ سننے سے احتراز کرے، آنکھ کا روزہ یہ ہے کہ غلط کاموں کو دیکھنے سے اجتناب کرے بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم ہے کہ اگر کوئی تمہیں گالی دے تو اسے بتاؤ کہ بھئی میں روزے سے ہوں میں گالی نہیں دے سکتا۔ یعنی ایک تربیت ہے ضبط نفس کی بھی اور انسان کے اخلاص کی بلندیوں تک پہنچنے کی، جب کوئی کسی کو منہ پر گالی دے تو اسے کتنا برا لگتا ہے، حضورؐ نے فرمایا کہ جواب میں اسے کہو کہ میرا روزہ ہے۔ اور فرمایا، ارشاد ہے حدیث شریف میں کہ اگر کوئی جھوٹ بولتا رہا، اللہ کی نافرمانی کرتا رہا اور اس نے روزہ بھی رکھا تو اللہ کو ضرورت نہیں ہے کہ وہ بھوکا پیاسا مرے۔ یہ کوئی راشن بندی کا مہینہ نہیں ہے کہ اللہ کے خزانوں میں راشن کی کمی ہوگئی ہے اس لئے راشن بندی ہوگئی بلکہ عجیب بات یہ ہے کہ رمضان المبارک میں غیر رمضان سے زیادہ کھایا جاتا ہے۔ جو لوگ عید بقر عید پر حلوہ کھاتے ہیں رمضان المبارک میں وہ بھی روز افطاری بنائے ہوئے ہوتے ہیں اور عام دنوں کی نسبت ہر گھر کا خرچ بڑھ جاتا ہے کھانے پینے کا۔ سحری کا خاص اہتمام ہوتا ہے افطاری کا خاص اہتمام ہوتا ہے، کھانے پینے میں تو لوگ زیادہ ہو جاتے ہیں لیکن اطاعت الٰہی کا کمال یہ ہوتا ہے کہ فریج میں ٹھنڈا پانی پڑا ہے، کمرے میں بندہ اکیلا ہے، اسے پیاس لگی ہے، کوئی اس کے پاس نہیں لیکن وہ پانی نہیں پیتا، کیوں نہیں پیتا، اس کا اللہ اس کے پاس ہے۔ اور یہی مقصد ہے کہ ہر بندے کو حضوری نصیب ہو کہ میرا اللہ میرے ساتھ ہے میرے پاس موجود ہے۔

میں نے شاید کئی دفعہ پہلے بھی یہ واقعہ ذکر کیا ہے مختلف تقریروں میں تو میں رمضان المبارک میں .... اس وقت گرمیوں کا رمضان المبارک تھا اور بڑے لمبے دن تھے اور بہت گرم دن تھے۔ تو میں جیپ پر سڑک کنارے گزر رہا تھا تو ایک بہت بڑا تالاب تھا وہاں ایک آدمی اپنا ریوڑ لے کر آیا بھیڑوں کا چرواہا جنگل سے اور سخت گرمی تھی، پیاس تھی، ظہر کا وقت تھا، بھیڑیں پانی پر ٹوٹ پڑیں۔ اس بندے نے چادر سی تہہ کر کے اس طرح سایہ سا بنایا ہوا تھا آنکھوں پر۔ وہ بندہ بجائے پانی پینے کے آرام سے بیٹھ گیا اور وضو کرنے لگا۔ پیاس تو اس کو بھی بڑی لگی ہوئی ہوگی۔ اس نے وضو کیا اور ظہر کی نماز کی تیاری کرنے لگا گویا اسے یقین تھا کہ اس ویرانے میں بھی میرا پروردگار میرے ساتھ ہے اور مجھے اس کی اطاعت میں پانی نہیں پینا اور یہی کمالِ ایمان ہے اور یہی پاکیزگی مطلوب ہے۔

نہ کھانا اوصاف ملکوتی میں سے ہے۔ فرشتے کی صفت ہے کہ وہ پانی نہیں پیتا، وہ کھانا نہیں کھاتا اسے نیند نہیں آتی۔ زیادہ کھانا اوصاف حیوانی میں سے ہے کسی جانور کو دیکھ لیں وہ بے تحاشا کھا سکتا ہے اور کھاتا رہتا ہے۔ تو یہ تربیت بھی ساتھ دی جاتی ہے کہ بشر ہونے کے باوجود، مشت غبار ہونے کے باوجود بندۂ مومن میں

ایسی صفات پیدا کی جائیں جو فرشتے میں ہوتی ہیں، اوصاف ملکوتی پیدا کئے جائیں' اور اوصاف ملکوتی کا اثر اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی فرشتہ کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتا یعنی ہر بات ہر کام اس طرح سے کئے جاتا ہے تو ایک تقدس ہے رمضان المبارک کا جس میں اللہ کا مبارک کلام نازل ہوا' جہاں یہ تقدس نہیں ہوتا وہاں کلام الٰہی سے ہدایت نصیب نہیں ہوتی بلکہ عجیب بات یہ ہے کہ لوگ اللہ کا کلام پڑھ کر اس پر اعتراض سوچتے ہیں۔

مستشرقین کی ایک جماعت ہے مغرب میں جو ایمان تو نہیں لائی لیکن انہوں نے پوری عمریں قرآن وحدیث کی تحقیق وتدقیق پر صرف کردیں۔انہیں ''مستشرق'' کہتے ہیں کہ انہوں نے علوم مشرق کا تجزیہ کیا۔ان کی ساری عمروں کا حاصل کیا ہے؟ چند بیہودہ اعتراضات......

کبھی حدیث پر کبھی قرآن پر اور بڑی عجیب بات یہ ہے کہ ان کے وہ اعتراض ان کے ہم مذہبوں نے اور بے دین لوگوں نے اور اسلام کے مخالفوں نے بھی مانے نہیں ہیں بلکہ انہوں نے بھی کہا کہ یہ بہت ہی بودی اور بہت ہی لچر باتیں ہیں۔تو آپ اندازہ کریں کہ ایک بندے نے ساری زندگی قرآن پر ریسرچ کرنے میں لگادی' ایک بندے نے عربی زبان سیکھی' اس نے عربی کی مختلف لغاتیں سیکھیں' پھر اس نے قرآن کی بے شمار تفسیریں پڑھ ڈالیں اور نتیجہ کیا نکلا............چند اعتراضات جن کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

کیوں.........؟ کیا قرآن میں روشنی نہیں تھی' قرآن میں روشنی موجود تھی اس بندے میں روشنی قبول کرنے کی استعداد نہیں تھی۔

آپ روشنی کی ایک کرن کو شیشے پر ڈالتے ہیں تو سارا شیشہ جگمگا اٹھتا ہے لیکن اس کرن کو کیچڑ پر پھینکیں تو کیا کیچڑ جگمگا اٹھے گا۔پتھر پر ڈالیں تو کیا وہ منعکس ہوگی۔تو بندے اپنے کردار اور اپنے عقیدے اور اپنے ایمان سے گندے جوہڑ کا کیچڑ بن جاتے ہیں جبکہ روزہ اس مٹی کو' اس کیچڑ کو' اس پتھر کو پالش کر کے شیشہ بناتا ہے' آئینہ بناتا ہے۔

مجھے عجیب اتفاق ہوا۔ہم وزیرستان میں تھے تو نشانہ بازی کی بات آگئی۔انہوں نے اپنے چار پانچ نشانہ باز چنے اور پٹھانوں کے پاس تو نسوار کی ڈبیا پر اتنا سا شیشہ لگا ہوتا ہے۔اب وہ کوئی تین سو گز دور پہاڑی کے اوپر انہوں نے سورج کے رخ پر وہ ڈبیا رکھ دی۔یقین مانیں کہ یہ حسن اتفاق تھا کہ ایک ایک گولی سب کو ملتی تھی ان میں میں بھی شامل تھا۔پانچ وہ تھے چھٹا میں تھا تو ہمیں وہ شیشہ اتنا نظر آتا جتنی کوئی چھوٹی پلیٹ ہوتی ہے۔کیونکہ سامنے سے اس پر سورج پڑ رہا تھا۔اس ڈبی کا اپنا حجم تو اتنا سا تھا لیکن نظر وہ اتنا بڑا آتا تھا۔اس لئے جو نشانہ باز گولی چلاتا تھا وہ کبھی اس کے دائیں لگتی کبھی بائیں لگتی' تیسرے راؤنڈ میں اتفاق سے میری گولی اس میں لگ گئی اور یوں میرا وہ بڑا اعزاز بن گیا لیکن وہ محض حسن اتفاق تھا اور اندازہ تھا ورنہ شیشہ جتنا تھا اتنا نظر نہیں آتا تھا اس سے بہت بڑا یعنی پلیٹ جتنا بڑا نظر آتا تھا کیونکہ سامنے سے سورج پڑ رہا تھا۔اسی طرح جب قلبِ انسانی اوصافِ ملکوتی پیدا کرتا ہے' بھوکا رہتا ہے اللہ کے حکم کے مطابق' اب صرف بھوک نہیں ہے اس کے ساتھ اطاعت الٰہی کا نور بھی ہے' پیاسا ہے اور صرف پیاس نہیں ہے اس کے ساتھ اتباع رسالت کا نور بھی ہے۔ایک نورِ ایمان ہے جو وابستہ ہے محمد رسول اللہ سے' ایک نورِ ایمان ہے جو آپ کی وساطت سے وابستہ ہے ذاتِ باری تعالیٰ سے تو گویا ہم نے دل کو لطف وکرم الٰہی کی شعاعوں کے سامنے رکھ دیا۔اب یہ جو اس میں طہارت اور پاکیزگی آئے گی یہ وجود کو اور ذہن کو اور سوچوں کو جلا بخشے گی اور آدمی رمضان سے جب نکلے گا تو بہتر سوچے گا۔رمضان المبارک

سے جب نکلے گا تو بہتر عمل کرنے کی کوشش کرے گا۔ رمضان المبارک سے جب نکلے گا' ایک مہینہ کورس کرے گا تو سچ بولنے کی کوشش کرے گا۔ جب ایک مہینہ کے اس کورس سے نکلے گا تو اس کی زندگی بدل چکی ہوگی۔ قبل رمضان اور بندہ ہوگا اور بعد رمضان کوئی اور سا بندہ نظر آئے گا۔ خدانخواستہ اگر ایسا نہیں ہوتا اور جیسا کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ رمضان المبارک میں مساجد بھر جاتی ہیں اور عید کے ساتھ ہی پھر وہی پرانے نمازی رہ جاتے ہیں اور نئے لوگ نماز سے فارغ ہو جاتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ انہوں نے رمضان المبارک کا پورا مہینہ مجاہدہ کیا لیکن شاید انہیں حاصل کچھ نہیں ہوا، ایک بات یاد رکھ لیجئے' ہمارے ہاں ایک رواج ہے کہ ثواب ملے گا اور آخرت میں ملے گا لیکن شاید ہی کبھی کسی نے یہ تکلیف گوارا کی ہو کہ وہ ہمیں ثواب کی کوئی ڈیفینیشن بھی بتائے کہ ثواب ہوتا کیا ہے؟

قرآن حکیم میں لفظ ثواب بدلے کیلئے استعمال ہوا ہے کہ عمل کے بدلے میں جو کچھ ملتا ہے اور صرف نیکیوں کے لئے استعمال نہیں ہوا' کافروں اور بدکاروں کے لئے بھی استعمال ہوا ہے "هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ" کافروں کو اور کیا بدلہ ملے گا "مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ" وہی ملے گا جو ان کا کردار ہے۔ وہاں بھی لفظ ثواب استعمال ہوا ہے کہ کافر کو بھی ثواب ملے گا مگر کیا ثواب ملے گا؟ جو زندگی بھر وہ کرتا رہا۔ کفر کرتا رہا' نافرمانی کرتا رہا اس کا بدلہ ملے گا للہذا ثواب کردار کے بدلے کا نام ہے کوئی جنس نہیں ہے جو آپ کو مل جائے گی اور عبادات' روزمرہ کی عبادات سے لے کر رمضان المبارک تک تمام عبادات کا خاصہ یہ ہے کہ وہ عملی زندگی میں انقلاب پیدا کریں۔

إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ عبادت کا ثواب کیا ہے؟ عبادت کا بدلہ کیا ہے؟..... "وہ برائی سے اور بے حیائی سے روکتی ہے"۔ دو لفظوں میں تمام انسانی لغزشوں کو اللہ نے سمو دیا، ہر گناہ برائی ہے اور اگر بہت ہلکا بھی ہے تو بے حیائی ہے تو فرمایا کہ عبادت کا ثواب یہ ہے "یقیناً عبادت روک دیتی ہے بے حیائی سے اور برائی سے"۔ اب ہم ایک مشروب پیتے ہیں اور پیاس نہیں بجھتی۔ پانی کا خاصہ یہ ہے کہ اس کے پینے سے پیاس ختم ہو جائے لیکن ہم پیتے چلے جا رہے ہیں اور پیاس بجھ نہیں رہی تو اس کا مطلب ہے کہ اگر پانی میں کوئی خرابی نہیں ہے تو پھر ہمارے اندر کوئی خرابی ہے۔ ایک مرض ہو جاتا ہے اس کو کہتے ہیں استسقاء مریض استسقاء پانی پیتا ہی رہتا ہے اس کے منہ سے جدا نہیں ہوتا لیکن اس کے باوجود اس کی پیاس نہیں بجھتی۔ مولوی سعدیؒ نے نعت کا ایک شعر کہا ہے کہ:-

نہ حسنش غائتِ دارد نہ سعدی راسخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہم چناں باقی

وہ کہتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن کی کوئی حد ہے نہ سعدی کے پاس کلام کی اتنی وسعت کہ نعت کہہ کر اسے سمو سکے۔ یہاں تو عالم یہ ہے کہ استسقاء کا مریض پانی پیتے پیتے پھر پیاسا ہی مر جاتا ہے حالانکہ دریا بھرا ہوا بہہ رہا ہوتا ہے۔ مستسقی' یعنی استسقاء کے مریض کو دریا کے کنارے اگر ڈال دیں وہ بھر بھر کر پیتا رہے' مر جائے گا لیکن پیاس ختم نہیں ہوگی۔ نبی علیہ السلام کی تعریف کرنے والا تعریف کرتے کرتے تھک جائے گا اور اس کی عمر ختم ہو جائے گی اور آپ کے حسن کا احاطہ نہیں کر سکے گا۔ تو اگر پانی سے پیاس نہیں بجھتی تو پھر ہمیں سوچنا چاہئے کہ ہمارے اندر کوئی مرض ہے پھر اس مرض کا علاج ہونا چاہئے۔ یعنی رمضان المبارک کے کورس کے بعد بھی اگر ہمارا کردار تبدیل نہیں ہوتا تو اس کا مطلب ہے کہ ہمارے اندر کوئی مرض ہے۔

رمضان کا پہلا عشرہ ہی اتنا مبارک ہے....... عبادات کے درجے بڑھا دیئے گئے' شیاطین قید کر دیئے گئے' توبہ کی قبولیت کے دروازے کھل گئے اور اللہ کی بارگاہ سے آواز آتی ہے سحری کے وقت' فرمایا حضور ﷺ نے کہ اللہ کریم کی بارگاہ سے ندا ہوتی ہے کہ ہے کوئی بخشش مانگنے والا کہ اسے بخش دیا جائے۔ یعنی سارا سال تو بخشش مانگنے والے گڑگڑاتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں بخش دے اور رمضان المبارک کے پہلے عشرے میں بارگاہِ ایزدی سے آواز لگائی جاتی ہے کہ ہے کوئی بخشش کے طالب کہ انہیں بخش دیا جائے۔

تو رمضان المبارک کی اصل اساس یہ ہے کہ یہ وہ مبارک مہینہ ہے جسے ایک خاص تقدس' ایک خاص اعزاز دے کر' ایک خاص سربلندی دے کر اس لئے منتخب فرمایا گیا ہے کہ اس میں اللہ کا کلام نازل ہوا۔

عجیب بات یہ ہے کہ روزے ہم پر ہی فرض نہیں ہوئے

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

تم پر ایسے ہی فرض کئے گئے ہیں جیسے پہلی امتوں پر فرض کئے گئے تھے۔ ہر امت پر روزے فرض تھے اور ہر نبی پر جو کلام الٰہی نازل ہوا اس کی ابتداء رمضان المبارک ہی میں ہوئی۔ اور قرآن کریم بھی سارے کا سارا علم الٰہی سے لوحِ محفوظ میں آیا لوحِ محفوظ سے آسمانِ اول پر رمضان المبارک منتقل فرمایا گیا اور نزولِ وحی کی ابتداء اسی ماہ مبارک میں ہوئی اور پھر مسلسل نازل ہوتا رہا۔ تو اس مہینے کو یہ شرف حاصل ہے کہ :-

کر دیا ہم سخن بندوں کو خدا سے تو نے

بندوں میں' مشت غبار میں وہ اہلیت پیدا کرتا ہے' وہ پاکیزگی پیدا کرتا ہے وہ طہارت پیدا کرتا ہے' وہ لطافت لے آتا ہے' کہ کلام الٰہی کو سننے اور سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق ارزاں ہو جاتی ہے۔

خدانخواستہ اگر ہماری زندگی میں رمضان المبارک سے کوئی تبدیلی نہیں آتی تو ہمیں سمجھنا یہ ہوگا کہ ہمارا مرض اتنا گہرا اتنا شدید' اتنا خطرناک ہو چکا ہے کہ...... دواؤں میں ایک دوا ہوتی ہے'

''Live Saving Drug'' جسے کہتے ہیں زندگی بچانے والی دوا تو آخری علاج ہوتا ہے کسی کو موت سے یا بیماری سے بچانے کے لئے وہ ایک دوا دی جاتی ہے اگر وہ بھی اثر نہ کرے تو بندہ لا علاج ہو کر تڑپ کر مر جاتا ہے۔

یہ رمضان المبارک جو ہے یہ مومن کے لئے Live Saving Drug کی حیثیت رکھتا ہے زندگی بچانے کا سب سے آخری علاج ورنہ تو بندے کو ہر عبادت کے ساتھ سلجھ جانا چاہئے۔ ایک تسبیح سے زندگی بدل جانی چاہئے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس کی ایک تسبیح قبول ہوگئی اس کی نجات ہوگئی۔ زندگی میں ایک بار اس نے کہا سبحان اللہ ایک تسبیح ہے' الحمدللہ' ایک تسبیح ہے اللہ اکبر ایک تسبیح ہے کوئی ایک تسبیح جو اللہ کی اس نے کی وہ قبول ہوگئی تو وہ جنّتی ہے۔ اب جنّتی ہونے کی بھی دلیل ہے کہ علمائے حق نے جو یہ بحث فرمائی ہے بندے کے زندہ جنّتی ہونے کی' کیسے ضمانت مل سکتی ہے جبکہ شیطان موجود ہے' نفس موجود ہے' دنیا اور دنیاوی حاجات موجود ہیں' دنیا اور دنیا کی رنگینیاں موجود ہیں تو وہ کیسے ان سے بچ سکے گا؟ تو علمائے حق فرماتے ہیں کہ جس کو اللہ جنّتی قرار دے دیتا ہے پھر اسے وہی کام کرنے کی توفیق ارزاں کر دیتا ہے جو اہل جنت کو زیب دیتے ہیں۔ دوزخیوں والے کاموں سے اس کی حفاظت فرماتا ہے۔

تو ہمارے پاس یہ معیار ہے کہ گزشتہ پون صدی میں...... میں اپنی بات کر رہا ہوں جس کی عمر پون صدی ہے کہ میں

نے گزشتہ پون صدی میں کوئی ایک تسبیح ایسی پڑھی جو قبول ہوئی۔ اگر قبول ہوئی تو میرا کردار نیک ہو جانا چاہئے اور اب اگر ابھی تک میرے کردار میں مثبت تبدیلی نہیں آئی تو اس کا مطلب ہے کہ میں آج تک جو کچھ کرتا رہا ''چخ'' مارتا رہا، اس قابل تو ایک تسبیح بھی نہیں تھی جو قبول ہوتی' یہی حال رمضان المبارک کا ہے۔ اگر ہمارا روزہ، ہماری عبادات، ہمارے ذکر اذکار، ہماری تسبیحات، ہماری تلاوت، ہماری یہ بھوک اور پیاس قبول ہوتی ہے تو اگر کوئی نیک بھی ہے تو رمضان المبارک کے بعد اس میں تبدیلی نظر آنی چاہئے کہ یہ اور نیک ہو گیا ہے۔ اگر کوئی خطاکار ہے تو اس کی زندگی بدل جانی چاہئے۔ کہ یہ دوسرا انسان ہے اور انسانی گناہ اس کی رحمت کو عاجز نہیں کر سکتے۔ کوئی شرط نہیں لگائی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ کون سا گناہ معاف ہو گا کونسا نہیں بلکہ فرمایا کہ زندگی میں جتنے گناہ کر چکا ہو وہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ گناہ کا معاف ہونا اور توبہ کا قبول ہونا بالکل ایسے ہوتا ہے جیسے کوئی گھاؤ ہو' گہرا زخم ہو اور وہ بھر جائے' مندمل ہو جائے۔ آپ جانتے ہیں کہ جہاں زخم ہو اور وہ بھر جائے تو وہ جگہ کتنی حساس ہو جاتی ہے وہاں دوبارہ چوٹ کھانے کو جی تو نہیں چاہتا' وہاں تو کوئی انگلی رکھے تو احساس ہوتا ہے کہ اسے نہ چھیڑ یار یہ ابھی ابھی ٹھیک ہوا ہے۔ اگر توبہ قبول ہو جائے اور گناہ معاف ہو جائیں تو اسی طرح گناہ نہ کرنے کو جی چاہتا ہے اور گناہ کی بات ہو تو بندے کو ورد ہوتا ہے کہ یار ابھی تو یہ زخم بھرا ہے پھر دوبارہ چوٹ نہیں کھاؤں گا۔

یہ ساری باتیں وہ ہیں جو رمضان المبارک کے حوالے سے ہمیں احساس دلاتی ہیں کہ ہمیں ان ان باتوں کا اپنی ذات پر تجزیہ کرنا چاہئے۔ ہمارا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ ہم خود کو تو ولی اللہ سمجھتے ہیں' خود کو تو فرشتہ سیرت سمجھتے ہیں، خود کو الگ کر لیتے ہیں اور باقی ساری دنیا پر تنقید کیئے چلے جاتے ہیں۔ لوگوں کا معاملہ رب العلمین کے ساتھ ہے اور ہم نہیں جانتے کہ کس کی کس غلطی پر وہ اسے پکڑ لے گا اور کس کی کس چھوٹی سی نیکی پر اس کی ساری غلطیاں معاف کر دے گا۔ اس میں وہ نہ ہم سے پوچھے گا نہ ہم سے مشورہ کرے گا' نہ ہماری اتنی حیثیت ہے۔ اس لئے لوگوں کا معاملہ اسی پر رہنے دو جو لوگوں کا مالک ہے صرف اپنے آپ کو اپنے سامنے رکھو' اپنی عدالت لگاؤ اور اس میں خود کو مجرم کے کٹہرے میں کھڑا کر کے اپنا محاسبہ کرو' اپنے آپ سے پوچھو کہ آج تک تو کیا کرتا رہا اور آج تجھے اللہ نے پھر رمضان دے دیا ہے' کیسا کریم ہے کہ تو خطا کرتا ہے وہ تیری بخشش کے اسباب مہیا فرماتا ہے۔ تو دور بھاگتا ہے اور وہ تیرے سامنے منزل لا کر رکھ دیتا ہے۔ تو منزل سے بھاگتا ہے اور وہ منزل اٹھا کر تیرے سامنے رکھ دیتا ہے۔ تو اس کی بارگاہ سے بھاگتا ہے اور وہ تجھے اٹھا کر اپنے حضور لانا چاہتا ہے۔

فیصلہ ہمیں یہ کرنا ہے اپنا تجزیہ کر کے کہ وہ کون سی برسات ہے جس میں پھول نہ کھلیں' وہ کیسی برسات ہے جس میں سبزہ نہ آگے' وہ کیسا رمضان ہے جس میں کردار تبدیل نہ ہوں' دیکھنا یہ ہے کہ برسات برسی' پھول نہیں کھلے تو یقیناً چٹان ہو گی' پتھر ہو گا' زمین ہوتی' مٹی ہوتی تو اس میں پھول کھلتے۔ مٹی ہوتی تو اس پر سبزہ اگتا لیکن چٹانوں پر تو نہیں اگتا' برساتیں گزر جاتی ہیں' تجزیہ ہمیں اپنا کرنا ہے کہ میں مشت غبار ہوں یا کہیں سنگلاخ چٹان تو نہیں بن گیا۔ ہر فرد ہمیشہ اپنے فائدے کی سوچتا ہے اسلام یہ ہے کہ اپنا معاملہ رب پر چھوڑ کر دوسروں کا فائدہ سوچو۔ جب تم دوسروں کے لئے بہتر سوچو گے تو وہ کریم تمہارے لئے تمہاری سوچ سے زیادہ بہتری عطا فرمائے گا۔ اللہ کریم ہمیں محاسبہ کرنے کی' توبہ کرنے کی' اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے سینوں کو ہمارے دلوں کو نور ایمان سے منور فرمائے۔ آمین۔ وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین

سوال و جواب

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال

سوال :- صحبت شیخ سے کیا مراد ہے؟

جواب :- صحبت شیخ کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ وقت شیخ کے ساتھ گزاریں۔ اگر آدمی اکثر پاس نہ بیٹھ سکے (پاس بیٹھنے کے لئے ضروری نہیں کہ آپ ساتھ لگ کر بیٹھیں) جیسے آپ یہاں موجود ہیں صبح شام ذکر نصیب ہو جائے، ملاقات ہو جائے یہ صحبت شیخ ہی ہے تو پھر سالک الگ بیٹھ کر ذکر کرنے سے روح میں استعداد پیدا ہوتی ہے ترقی نہیں ہوتی۔ جب سالک شیخ کے پاس بیٹھتا ہے تو جتنی استعداد ہوتی ہے آن واحد میں اتنی ترقی نصیب ہو جاتی ہے کیونکہ فیوضات اس کے دل سے سالک کے دل نے اخذ کرنے ہوتے ہیں اور یہ تمام سلاسل میں ہے اس سلسلہ عالیہ میں یہ ہے کہ ایک سٹیج ایسی آتی ہے کہ اس پر پہنچ کر آدمی دنیا میں کہیں بھی ہو وہ صحبت میں رہنے کے برابر ہے اور اس کے منازل چلتے رہتے ہیں لیکن پھر بھی اس کے منازل میں وہ قوت جو ملاقات سے نصیب ہوتی ہے۔ دورہ کر نہیں ہوتی۔

سوال :- حصول رزق اولاد، عمر، تنگ دستی کیلئے دم تعویذات سے کیا فرق پڑتا ہے؟ کیا کوئی جادوٹونے سے کم کر سکتا ہے؟

جواب :- یہ اپنے اپنے اعتقاد کی بات ہے، حصول رزق وصحت کیلئے دم بھی کروالے لیکن علاج بھی کرے، دم اور نقش ایک دعا ہیں اور دعا عمل کے ساتھ ہوتی ہیں کہ عمل کیا جائے اور پھر دعا کی جائے کہ اللہ بہترین نتائج پیدا کرے۔ تقدیر دو طرح کی ہوتی ہے مبرم اور معلق۔ مبرم وہ ہے جو فیصلے ہو چکے ہیں اس میں تبدیلی نہیں ہوگی۔ معلق وہ ہوتی ہے جس کا تعلق آدمی کے کردار سے ہوتا ہے کہ اگر یہ کام کرے گا تو اس پر یہ بلا آئے گی یہ کام کرے گا تو اسے یہ نعمت نصیب ہوگی۔ اب راستہ اس کے سامنے ہے کہ وہ کیا کرتا ہے۔ تو تقدیر معلق جو ہے اس میں دعا یا نقش یا یہ چیزیں اللہ کے حکم سے مدد کرتی ہیں۔ یہی معاملہ آسیب وغیرہ سے حفاظت کا بھی ہے۔ جادو ٹونا جو ہے یہ "مبرم" پہ تو اثر نہیں کرتا لیکن معلق پہ اس طرح اثر کر سکتا ہے کہ انسانی ذہن کو متاثر کر کے اس سے ایسے کام کروا سکتا ہے جس کے نتیجے میں اسے مصیبت دیکھنا پڑتی ہے۔ جادوٹونے کی ایک بنیادی بات جو ہے وہ یاد رکھیں کہ جو شخص ذہنی طور پر ان سے خوفزدہ نہ ہو اس پر جادوٹونے اثر نہیں کرتے خواہ وہ کوئی ہو۔

سوال :- حضرت توجہ اور القاء میں کیا فرق ہے؟ نیز توجہ کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب :- توجہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب آپ ذکر شروع کرتے ہیں تو ذکر کرانے والا شخص یہ دیکھے کہ پہلا لطیفہ کر رہا ہوں اور اس دوران پہلے آسمان سے جو انوارات میرے قلب پر آرہے ہیں وہی ان لوگوں کے قلب پر بھی جا رہے ہیں جن کو میں ذکر کرا رہا ہوں اس کی یہ سوچ انوارات کو Divert کر دے گی دراصل القاء ہوتا ہے To reflect (انعکاسی کا عمل) اور توجہ ہوتی ہے جب یہ سوچا جائے کہ reflection (انعکاس) ہو رہی ہے۔ جب

ایک امام نماز پڑھتا ہے تو اس نیت کی وجہ سے نماز ہو جاتی ہے۔ وہی امام اگر اپنی اکیلی نماز شروع کر دے اور دس پیچھے آ کر صف بنا لیتے ہیں تو ان کی نماز نہیں ہوگی' اس لئے کہ امام نے نیت ہی نہیں کی تھی جبکہ اگر نماز شروع کر دے اور دس آدمی پیچھے کھڑے ہوں یا اس ایک کے ساتھ ایک لاکھ بھی آ کر کھڑے ہو گئے تو سب کی نماز ہو جائے گی۔ توجہ اس نیت کرنے کا ہی نام ہے' جبکہ القاء توجہ کرنے کے عمل کا نام ہے۔ اسی کو آپ انگریزی میں Reflection کہیں گے کہ جو Reflect یا Divert (منعکس) ہو کر ادھر جانا شروع ہو جائے۔ اب یہ سوال کہ توجہ اور القاء کیسے کیا جاتا ہے؟ تو اس کے لئے آپ نے صرف فیصلہ کرنا ہے کہ میں ان کو ذکر کرا رہا ہوں۔ لطائف کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کا تعلق ایسے ہے جیسے آپ کے وجود کے ساتھ عناصر اربعہ کا اب ہمیں مٹی نظر تو نہیں آتی۔ گوشت پوست کا انسان ہے لیکن بناوہ مٹی' ہوا' پانی اور آگ سے ہے' تو اسی طرح سے ہر نبی کو اللہ کریم نے ایک کیفیت کا سیمبل بنا دیا ہے خاص ریفلیکشن کا۔ ان سب کی ریفلیکشن شپ جہاں ملتی ہیں وہ مرکز ہیں نبی کریم ﷺ تو پہلے لطیفے پر جو انوارات آتے ہیں یہ حضرت آدمؑ کے ہیں اور پہلے آسمان سے آتے ہیں۔ یہ زرد رنگ کے ہوتے ہیں۔ دوسرے لطیفے پر حضرت ابراہیمؑ اور حضرت نوحؑ دونبیوںؑ کے انوارات آتے ہیں تیسرے لطیفے پر حضرت موسیٰؑ کے انوارات آتے ہیں۔ چوتھے لطیفے پر حضرت عیسیٰؑ کے انوارات آتے ہیں اور یہ چوتھے آسمان سے آتے ہیں۔ یہ انوارات گہرے نیلے رنگ کے ہوتے ہیں۔ پانچویں لطیفے پر جو انوارات آتے ہیں وہ نبی کریم ﷺ کے ہوتے ہیں اور وہ پانچویں آسمان سے آتے ہیں۔ چھٹے اور ساتویں لطیفے پر تجلیات باری ہوتی ہیں۔ ان کے رنگ اور کیفیات کا تعین نہیں کیا جا سکتا' بس جیسے بجلی چمکی اور غائب ہو گئی۔ تو جب بھی کوئی آدمی ذکر کرواتا ہے تو وہ یہ سوچے کہ جو انوارات میرے دل پر آ رہے ہیں وہ دوسروں کے دل پر یا ان کے لطائف پر بھی جا رہے ہیں تو القاء ہونا شروع ہو جائے گا۔

سوال:- سلسلے میں داخل ہونے کے لئے ظاہری بیعت ضروری ہے یا اس طریقے پہ ذکر کرنے سے آدمی سلسلے میں داخل ہو جاتا ہے؟

جواب:- ہم نے ظاہری بیعت کی شرط نہیں رکھی ہوئی جو بھی اس طریقے سے ذکر کرتا ہے سلسلے میں داخل ہے اور ساری برکات حاصل کر سکتا ہے ظاہری بیعت مسنون ہے اور سنت کی اپنی برکات ہوتی ہیں جو کر لیتا ہے اس کی برکات کئی گنا زیادہ ہو جاتی ہیں۔ لیکن یہ ہر کسی کا اپنا فیصلہ ہے جو نہیں بھی کرتا ہم نے کبھی فرق نہیں رکھا کہ ظاہری بیعت کی ہے یا نہیں کی۔

سوال:- کسی غیر مسلم کو ذکر کرایا جا سکتا ہے؟

جواب:- سب ہی اللہ کی مخلوق ہیں غیر مسلم بھی اگر ذکر کرے تو اسے اسلام نصیب ہو جاتا ہے لیکن غیر مسلم کو آپ طریقہ ذکر بتا سکتے ہیں' وہ اپنی جگہ پر بیٹھ کر کرتا رہے آپ ساتھ ذکر نہیں کرا سکتے۔ جب تک ایمان نہ لائے تب تک اس کے لئے یہ ہی کافی ہے۔

سوال:- دوران ذکر چند سیکنڈ کے لئے آنکھ کھل جائے تو کیا انورات کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے؟

جواب:- آنکھ کا کھلنا بند ہونا بات نہیں' اصل بات توجہ کو ڈسٹرب نہ کرنا ہے آنکھ جب کھلتی ہے تو وہ کسی نہ کسی طرف دیکھتی ہے جس سے توجہ ڈسٹرب ہو جاتی ہے۔ محض جھپکنے کے لئے آنکھ کھل گئی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اگر توجہ کے بھٹکنے کا خطرہ ہو تو پھر محتاط رہیں

سوال:- شیخ سے ملاقات کر لینے کے بعد دوسری ملاقات کتنے عرصے بعد کرنی چاہیے؟

جواب :- میرے بھائی! مجھے اس بات کا بڑی اچھی طرح تجربہ ہے ہم جب حضرتؒ سے ملتے تھے تو بالکل ایک ایسی کیفیت پیدا ہوتی تھی جیسے کسی پیاسے نے خوب پیٹ بھر کر پانی پی لیا ہوا۔ رفتہ رفتہ اس میں تھوڑی تھوڑی کمی ہوتی جاتی تھی۔ پھر ایک وقت ایسا آتا تھا کہ پیاس بڑھ گئی اور اس سے زیادہ وقت نہیں گزارا جا سکتا تھا اب کس کا کیا حال ہے یہ ہر بندے کے شیخ کے ساتھ اپنی نسبت پر منحصر ہے۔ دراصل محبت کے پیمانے دنوں اور گھڑیوں سے نہیں ناپے جاتے' کیفیات سے ناپے جاتے ہیں۔ کون کتنا اس میں غرق ہے تو کون جنوں میں کتنا پھنسا ہوا ہے ہر متنفس کی اپنی کیفیت ہوتی ہے شیخ کے ساتھ جتنا تعلق' الفت' نسبت اور جتنے زیادہ لمحات نصیب ہوں' ہر لمحہ اپنی ایک الگ قیمت رکھتا ہے۔ زندگی کے ان طوفانوں اور گھما گھمی میں اللہ کے بندوں کو یہ لمحات چھیننے پڑتے ہیں۔ اس ساری ہاؤ ہو میں روپیہ کمانے کے لئے' طالب علم امتحان کے لئے یا ایک تاجر اپنی تجارت کو کامیاب بنانے کے لئے جیسے جان توڑ کر محنت کرتا ہے۔ اسی طرح شیخ کے ساتھ چند لمحات بسر کرنے کے لئے سالک کو بھی بہت سے مجاہدے کرنے پڑتے ہیں شیخ کے ہاں خلوص کے ساتھ بیٹھ رہنا اور توجہ کا حصول ہی اصل مقصد ہے۔ شیخ کی صحبت سے مراد یہ ہوتی ہے کہ شیخ سے براہ راست توجہ حاصل کر کے ذکر کرنا نصیب ہو جائے اگر اتنی فرصت بھی نہ ملے تو دیکھنا' ملنا اور چند لمحے وہاں (جہاں ذکر ہوتا ہے) بیٹھنا نصیب ہو جائے تو بھی بڑی حد تک پیاس بجھ جاتی ہے جبکہ شیخ کی مجالس بھی عجیب ہوتی ہے۔ یہاں دلوں کی دلوں سے باتیں ہوتی ہیں۔

......☆☆☆......

اِنا للہ وانا الیہ راجعون

درج ذیل احباب کے عزیز واقارب خالق حقیقی سے جا ملے ہیں۔

☆......سلسلہ عالیہ کے صاحب مجاز ساتھی حافظ غلام جیلانی (چکوال) کے بیٹے مرید الحسن۔

☆......محمد سلیمان ولد محمد رمضان بھمبر (آزاد کشمیر)

☆......حاجی نور احمد (شجاع آباد) کی ہمشیرہ

☆......میاں محمد ادریس ایڈووکیٹ (بورے والا) کے بھائی فرخ وحید

☆......کیپٹن اعجاز احمد کی اہلیہ محترمہ۔

☆...... ماسٹر محمد اسماعیل (سمبڑیال) کے بیٹے ماسٹر عبدالرشید۔

☆......میاں عبدالرشید (لاہور) کے بھتیجے۔

☆......محمد رفیق (گوجرہ) کی اہلیہ۔

☆......محمد انور خان (کوہاٹ) کی والدہ محترمہ۔

☆......عبدالستار (راجھستان انڈیا) کے والد محمد قاسم۔

☆......محمد اصغر (راجستھان انڈیا) کے والد محمد اکبر۔

☆......محمد لقمان کی والدہ محترمہ۔

☆......صوفی محمد بشیر (ستراہ) کی ہمشیرہ۔

☆......قاری محمد جان مرحوم (ہری پور) کے بیٹے محمد سفیان

اللہ تعالیٰ مرحومین کو جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

مذہب اور دین میں فرق

مذہب اور دین دو الگ الگ چیزیں ہیں ہم اسلام کو بھی مذہب کہہ دیتے ہیں لیکن اسلام محض مذہب نہیں ہے مذہب سے مراد کوئی بھی راہ جسے کوئی اختیار کر لے کوئی تہذیب، کوئی انداز فکر، جس طرح کوئی جینا شروع کر دے۔ زندگی گزارنے کا کوئی راستہ اپنا لے تو اسے مذہب کہیں گے۔ اسلام دین ہے یعنی اس پر عمل کرنے سے صرف زندگی آسان نہیں ہوتی بلکہ اس کا ہر عمل اللہ کی عبادت ہے اس پر عمل کرنے سے زندگی بھی آسان ہوتی ہے لیکن سنت کے مطابق کمانا عبادت ہے، سنت کے مطابق کھانا عبادت ہے، سنت کے مطابق خرچ کرنا عبادت ہے، سنت کے مطابق صلح عبادت ہے، سنت کے مطابق جنگ عبادت ہے، سنت کے مطابق قتل کرنا عبادت ہے سنت کے مطابق قتل ہو جانا عبادت ہے یہ نبی کریم ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ ہے جسے زمانے کی روش گہنا نہ سکی، جسے صدیاں پرانا نہ کر سکیں، جس میں انسانی ضرورتوں میں تبدیلیوں کے باوجود تبدیلی کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ کتنے زمانے بدلے کتنی صدیاں بدلیں، لوگوں کے لباس بدل گئے، لوگوں کے کھانے کے انداز بدل گئے، لوگوں کے سفر کے طور طریقے بدل گئے لیکن احکام شریعت میں تبدیلی کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ پھر کسی چھوٹے سے چھوٹے مسئلے کو چھوڑا بھی نہیں گیا۔

ماخوذ از اکرم التفاسیر جلد دوئم صفحہ 283

یونیک انٹرنیشنل گارمنٹس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

یو۔کے ہوزری پل کوریاں، سمندری روڈ فیصل آباد فون 041-2664028 041-2665971

پنج گنج

حافظ عبدالرزاق
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کون ہے جو مجھ سے چند باتیں (جو میں کہنے والا ہوں) سیکھے اور اس پر عمل کرے یا کسی اور کو سکھائے جو ان پر عمل کرے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں سیکھتا ہوں چنانچہ حضور اکرمؐ نے میرا ہاتھ پکڑا اور گن کر پانچ باتیں ارشاد فرمائیں۔

۱۔ شارع نے جو باتیں حرام قرار دی ہیں ان سے بچ تو سب سے زیادہ عبادت گزار بن جائے گا۔

۲۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تجھے دیا ہے اس پر مطمئن ہو جا تو سب سے بڑا غنی ہوگا۔

۳۔ اپنے پڑوسی کے ساتھ بھلائی کر کامل مومن بن جائے گا۔

۴۔ دوسروں کے لئے وہی پسند کر جو اپنے لئے پسند کرتا ہے تیرا اسلام کامل ہو جائے گا۔

۵۔ کثرت سے ہنسنا چھوڑ دے کیونکہ اس سے دل مرجاتا ہے۔

اسی مختصر سی حدیث میں حضور اکرمؐ نے انفرادی اور اجتماعی زندگی کے متعدد گوشوں کے لئے رہنما اصول بیان فرمادیئے ہیں جتنا غور کریں معانی کے خزانے سامنے آتے ہیں غالب نے محض کہنے کو جو بات کہی تھی وہ حقیقتاً یہاں صادق آتی ہے کہ

گنجینہ معنی کا طلسم اس کو سمجھئے
جو لفظ کہ غالب مرے اشعار میں آئے

کوئی حدیث اٹھا کر دیکھئے حضور اکرمؐ کے ہر لفظ میں معنی کے خزانے چھپے ہوئے ہیں۔

۱۔ اس حدیث میں پہلی چیز جو سامنے آتی ہے وہ تعلیم و تربیت کا بنیادی اصول ہے کہ زیر تعلیم اور زیر تربیت طلبہ میں حصول علم کا شوق ابھارا جائے تاکہ جو کچھ سیکھیں اس سے کما حقہٗ فائدہ اٹھائیں چنانچہ حضور اکرمؐ نے جو انداز اختیار کیا اس میں یہی اصول کارفرما نظر آتا ہے کہ ''کون ہے جو مجھ سے یہ باتیں سیکھے''۔

دوسری چیز یہ سامنے آتی ہے کہ سیکھنے سکھانے کا عمل اس وقت پائیدار بنیادوں پر قائم ہوتا ہے جب سیکھنے والوں کے ذہن وقلب میں استاد پر اتنا کامل اعتماد ہو کہ اس کی زبان سے جو نکلتا ہے حق اور مفید ہی ہوتا ہے چنانچہ حضور اکرمؐ نے اپنے صحابہ کی تربیت اس انداز سے کی تھی کہ ان کو حضور اکرمؐ پر اتنا کامل اعتماد تھا جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔ حدیث کی تمہید سے ظاہر ہے کہ حضور اکرمؐ نے ابھی وہ باتیں بیان نہیں فرمائیں مگر ایک شاگرد رشید جھٹ بول اٹھتا ہے میں سیکھوں گا اس سے بحث نہیں کہ کیا سکھائیں گے بلکہ یہ خیال تک نہیں آتا کہ کیا سکھائیں گے۔

پھر سیکھنے کی غرض بتائی کہ سیکھ کر اس پر عمل کرے تو معلوم ہوا کہ علم نفسہ مقصود نہیں بلکہ مقصود عمل ہے اور عمل اس مقصود تک پہنچنے کا ذریعہ ہے اگر علم پر عمل نہ ہو تو وہ علم صرف بیکار ہی نہیں عالم پر دباؤ ہے۔

''علمے کہ راہ حق نہ نماید جہالت است''

سوچئے ایک آدمی جانتا ہے کہ سنکھیا زہر ہے اور زہر کھانے سے آدمی مر جاتا ہے اس علم کے باوجود اگر وہ سنکھیا سے بچتا نہیں بلکہ شوق سے کھا جاتا ہے تو بتایئے اس علم نے اسے کیا فائدہ پہنچایا۔ لہٰذا حضور اکرمؐ نے شروع میں مقصد اور ذریعہ کی نشاندہی فرمادی کہ محض سیکھنا اور علم حاصل

کرنا مقصود نہیں بلکہ اس نیت سے سیکھنا چاہیے کہ عملی زندگی میں اس سے رہنمائی حاصل کی جائے۔

ایک اللہ کے بندے نے اپنے زمانے کے مشہور فلاسفر کے متعلق فرمایا کہ وہ اخلاق سے عاری ہے اس نے سنا تو اخلاق پر ایک تحقیقی کتاب لکھ دی اور ان کو بھیج کر بتایا کہ تمہاری بات میں کوئی وزن نہیں کتاب دیکھ لو۔ آپ نے جواب میں فرمایا میں نے کب کہا تھا کہ وہ اخلاق کا علم نہیں رکھتا میں نے تو کہا تھا کہ اس کی عملی زندگی اخلاق کے فقدان کی آئینہ دار ہے معلوم ہوا صرف جان لینا کافی نہیں بلکہ جاننا عمل میں لانے کے لئے ہونا چاہیے بقول اکبر

مدحت گفتار کو سمجھو نہ اخلاقی سند
خوب کہنا اور ہے اور خوب ہونا اور ہے

سیکھنے والا خود اگر کسی مجبوری کی وجہ سے عمل نہ کر سکے تو وہ علم ایسے لوگوں کو سکھائے جو اس پر عمل کریں۔

اس شق میں کئی نکات ہیں مثلاً ممکن ہے سیکھنے والے نے سیکھ تو لیا مگر کوئی ذہنی، جسمانی یا ماحول کے نامساعد ہونے کی وجہ سے وہ اپنے علم پر کامل طور پر عمل نہیں کر سکتا تو کیا وہ اسے بھلا دے یا حرف غلط کی طرح ذہن سے محو کر دے نہیں بلکہ یہ علم تو اس کے پاس امانت ہے جو اس کا اہل دیکھے اس تک پہنچا دے۔ اہل کون ہے جو علم پر عمل کرنے کی نیت سے سیکھے اور سیکھ کر فی الواقع اس پر عمل کرے۔

اس سلسلے میں ایک بات قابل غور ہے۔ بالعموم کہا جاتا ہے کہ لم تقولون مالا تفعلون کا مطلب یہ ہے کہ جب تم خود عمل نہیں کرتے تو دوسروں کو کیوں عمل کی تلقین کرتے ہو۔ مگر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے اگر سیکھ کر خود عمل نہ کر سکے تو ایسے لوگوں کو سکھائے جو اس پر عمل کریں۔ یہ بات تو آیت کے مخالف ہوئی تو اس کا جواب مختصراً وہی ہے جو مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ آیت میں دعویٰ کی نفی ہے دعوت کی نفی نہیں پس آیت اور حدیث میں کوئی تعارض نہ رہا۔

پھر سکھانے کا انداز ملاحظہ ہو کہ سراپا ذوق طالب کا ہاتھ پکڑ لیا اور گن گن کے ایک ایک بات بتانا شروع کر دیا جس سے ایک تو شفقت ٹپکتی ہے دوسرا ان باتوں کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ یہ باتیں ایسی نہیں کہ آدمی سرسری طور پر سنے اور سنی ان سنی کر دے بلکہ ضرورت ہے کہ ان کی اہمیت کے پیش نظر اس کے ساتھ وہی سلوک کرے جس کی یہ مستحق ہیں۔

چوتھی بات یہ ہے کہ وہ اہم امور بتانے کے ساتھ ہر ایک کام کا ثمرہ اور نتیجہ بھی بیان فرمایا یہ بالکل انسانی نفسیات کا مسئلہ ہے۔ انسان کسی کام کے نتیجہ کے متعلق گومگو کی حالت میں ہو تو پوری خوشدلی اور جذبے سے وہ کام نہیں کرتا جس کام کے نتیجے کا اسے پورا یقین ہوتا ہے اس میں اپنی ساری قوتیں لگا دیتا ہے۔

پہلی بات فرمائی کہ حرام سے بچو خواہ وہ کام ہو یا بات ہو۔ یا مال ہو کسی کام کے کرنے میں تو واقعی محنت کرنی پڑتی ہے مگر بچنے میں کونسی قربانی کرنی پڑتی ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ حرام سے بچنا سیکھ جائے گا تو عابد ترین انسان شمار ہوگا اپنے روزمرہ کے حالات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بچنے میں واقعی بہت بڑا مجاہدہ ہے۔ آپ دیکھیں ایک شرابی دولت برباد کرتا ہے صحت تباہ کرتا ہے بھلے مانسوں کی نظر میں ذلیل ہوتا ہے مگر شراب چھوڑتا نہیں۔ حالانکہ چھوڑنے میں دولت بھی بچتی ہے صحت بھی اور عزت بھی پھر وہ اس حرام سے کیوں نہیں بچتا۔ بس یہ محض خواہش پرستی کا جذبہ ہے جو اسے بچنے نہیں دیتا۔

یہی حال تمام محارم یعنی حرام کاموں اور حرام باتوں کا ہے خواہش پرستی توحید کے مقابلہ میں ایک مستقل دین ہے جس کی نشاندہی فرمائی گئی ہے کہ ارایت من ایخذ الٰهه هواہ ہ کسی اہل نظر نے ایک نکتہ بیان کیا ہے کہ انسان کو اشرف المخلوقات کہا گیا ہے تو لازماً وہ فرشتوں سے

بھی افضل ہے مگر عبادت میں تو انسان قطعاً فرشتوں سے بڑھ نہیں سکتا۔ عبادت سے مراد عام مفہوم ہے کہ کرنے کے کام عبادت شمار ہوتے ہیں ہاں اس کی صرف ایک صورت ہے کہ وہ محارم سے بچے فرشتے اس میدان میں انسان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ تخلیقی طور پر لا یعصون اللہ کے وصف سے متصف ہیں لہذا آدمی جتنا محارم سے بچتا ہے اتنا ہی وہ شرف انسانیت حاصل کرتا ہے بالعموم دیکھا گیا ہے کہ لوگ بڑے بڑے نیک کام کرتے ہیں مگر حرام مال کو شیر مادر سمجھتے ہیں اس لئے کہ لوگوں نے تقوی کے پیمانے خود وضع کر رکھے ہیں نماز روزہ حج زکوۃ وغیرہ ہر عبادت بڑے اہتمام سے کرتے ہیں مگر رشوت لیتے ہیں تو بے باکی سے غبن کرتے ہیں تو دھڑلے سے ہیرا پھیری کرتے ہیں تو بڑی سینہ زوری سے یہ تضاد اس لئے ہے کہ لوگوں نے یہ جعلی کرنسی چلا رکھی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جس کرنسی کے بدلے کچھ مل سکتا ہے وہ صرف وہی ہے جس پر محمد رسول اللہ ﷺ کی مہر ثبت ہو محارم سے بچنے کا ثمرہ عابد ترین بن جاتا ہے اس میں کیا خوبی ہے؟ اس میں خوبی یہ ہے کہ بندے کا اپنے رب سے جو تعلق ہے اس تعلق کا احساس بنیادی خوبی ہے پھر تعلق کو مضبوط کرنا اور بڑھانا یہ انسان کا مقصد تخلیق ہے پھر اس تعلق کی آخری منزل کا نام عبودیت ہے اس سے آگے مخلوق کے لئے کوئی مرتبہ نہیں تو گویا حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ محارم سے کامل طور پر بچنا مقام عبودیت تک پہنچنا ہے اور یہ انسانیت اور ایمان کے کمال کا درجہ ہے۔

دوسرے نمبر پر جس امر کی تعلیم فرمائی وہ ہے خالق کی تقسیم پر راضی ہونا۔ اور اس کا نتیجہ ہے سب سے زیادہ مطمئن اور تمام فکروں سے بے نیاز ہو جانا۔ یہ بات بالکل سادہ سی ہے مگر بعض کج اندیش ذہن اس میں کئی پیچ ڈال دیتے ہیں بات یہ ہے کہ اس کائنات کا جو خالق ہے وہی اس کا نظام چلا رہا ہے اس نے مخلوق کی ہر نوع کو کچھ ڈیوٹی سونپی ہے اور اس ڈیوٹی کو پورا کرنے کے لئے اس کو مناسب اسباب و وسائل دے رکھے ہیں اسی طرح انسان بھی اس کائنات کی مشین کا ایک پرزہ ہے اس کو اس کے حال کے مطابق اسباب و وسائل و ذرائع دے کر اسے ایک ڈیوٹی سونپ دی ہے ہاں اس کو آزادی ہے کہ ان وسائل و ذرائع کو اپنی آزاد مرضی سے استعمال کر سکتا ہے یہاں پہنچ کر انسان دو حصوں میں بٹ جاتے ہیں ایک وہ جو اس کارزمگاہ حیات میں اپنی تیار کردہ سکیم کے مطابق کام کرتے ہیں اور اپنے اندازے سے ایک نتیجہ متعین کر لیتے ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ ہر حال میں بعینہ اُن کی مرضی کے مطابق نتیجہ نکلے اس لئے وہ جز بز ہوتے ہیں پریشان ہوتے ہیں گلہ شکوہ کرتے ہیں اور کبھی خودکشی بھی کر لیتے ہیں اس طرز زندگی کا نام اصول تجویز ہے اور اس طرز زندگی میں مرتے دم تک پریشانی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

دوسرا اگروہ ہے جو اول تو خالق سے پروگرام لیتا ہے پھر خالق کی دی ہوئی صلاحیتوں کے مطابق اپنی ڈیوٹی پوری دیانتداری سے ادا کرتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی نتیجہ خالق پر چھوڑتا ہے کیونکہ یہ انسان کے دائرہ کار سے خارج ہے جب یہ انسان کا کام ہی نہیں تو اس کی فکر کیوں کرے پھر اس کے ساتھ ہی اسے یقین ہوتا ہے کہ خالق کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا پھر یہ بھی یقین ہوتا ہے کہ خالق کے ہاں صلہ دینے کی صورتیں مختلف ہیں اور صلہ کی صورت کا تعین خالق اپنی حکمت کے مطابق کرتا ہے لہذا اس کا ہر فیصلہ صحیح ہوتا ہے خواہ میری سمجھ میں آئے یا نہ آئے اس طرز زندگی کا نام اصول تفویض ہے اور اس کا نتیجہ کامل اطمینان اور ہر قسم کے فکر و غم سے آزادی ہے اور اسی کا نام غنا یعنی غنی ہونا ہے۔ ورنہ کروڑوں اور اربوں میں کھیلنے والے تو بیچارے خواب آور گولیاں کھائے بغیر رات کو سو بھی نہیں سکتے۔ لہذا فرمایا کہ اطمینان کی زندگی چاہتے ہو تو اللہ کے فیصلوں پر مطمئن رہو۔

تیسری بات جس کی تعلیم دی گئی وہ ہے پڑوسی سے حسن سلوک اور اس کا نتیجہ ایمان کا کامل ہونا۔ اچھوں سے اچھا سلوک تو کرتے آئے ہیں اور یہ کوئی مشکل کام بھی نہیں البتہ بڑوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا بڑا مشکل کام ہے اور مجاہدے کا مفہوم اسی وقت نکھر کے سامنے آتا ہے جب کوئی مشکل کام پیش ہو۔ یہاں صورت یہ ہوئی کہ پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے دیا ہے مگر پڑوسی ہے ایک بلائے بے درماں یا پیر تسمہ پا۔

یہی تو مومن کا امتحان ہے امتحان میں کامیاب تب ہے جب اللہ اور رسول پر یقین اور ان کی محبت کا نشہ اس حد تک مست کر دے کہ پڑوسی کی بدتمیزیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرے اور زبان حال سے کہہ دے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت رامی شناسم

چوتھی بات یہ سکھائی کہ لوگوں کے لئے وہی پسند کر جو اپنے لئے پسند ہے نتیجہ یہ ہوگا کہ خود سپردگی کے وصف میں کمال پیدا ہوگا۔

معاشرے میں جو بگاڑ پیدا ہوتا ہے اس کی بنیادی وجہ خود غرضی اور مطلب پرستی ہوتی ہے اسی بناء پر ہمارے باہمی معاملات میں یہ اصول کارفرما ہوتا ہے کہ لینے کے باٹ اور دینے کے باٹ اور۔

یہیں سے ظلم کی ابتداء ہوتی ہے اسی سے باہمی نفرت پھیلتی ہے اور اسی سے امن وسکون اٹھ جاتا ہے حضور اکرمؐ نے کتنا آسان نسخہ ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی سے کوئی سلوک کرنے لگو اپنے آپ کو اس کے مقام پر رکھ کے دیکھ لو یعنی یہ سوچو کہ اگر کوئی شخص میرے ساتھ یہ سلوک کرے تو کیا مجھے خوشی ہوگی اگر ایسا نہیں تو مجھے اس اقدام سے باز آجانا چاہئے اس اصول کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں پھیلا کر دیکھ لیجئے۔ ایک رشوت خور اہل کار اگر یہ اصول اپنائے تو کیا وہ رشوت لے سکتا ہے ایک ڈاکو اور چور اپنے آپ کو اس مقام پر رکھ کر دیکھے جن کو وہ لوٹ رہا ہے تو کیا وہ چوری یا ڈاکہ کر سکتا ہے ایک غلط فیصلہ لکھنے والا جج یا مجسٹریٹ اپنے آپ پر اصول لاگو کرے تو کیا وہ ظلم کر سکتا ہے غرض کوئی مزدور ہو کارخانہ دار ہو، سیاستدان ہو، ملازم پیشہ ہو، تاجر ہو، زمیندار ہو، اگر صرف اس ایک اصول کو پلے باندھ لے اور عملی زندگی میں اسے اپنائے تو Eradication of Socialevils کا محکمہ خود بخود ختم ہو جائے۔

پانچویں چیز جس کی تعلیم دی ہنسی کی کثرت سے پرہیز ہے اور ایسا کرنے سے دل مر جاتا ہے یہاں یہ فرق ملاحظہ ہو کہ پہلی چار باتوں میں ان کا ثمرہ بیان کرتے وقت مثبت پہلو بیان فرمایا اور اس کا فائدہ بتایا یہاں منفی پہلو سامنے رکھ کر اس کا نقصان بتایا جا رہا ہے مگر اس نقصان کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جسے دل زندہ کی دولت کا اندازہ ہو۔ اس اندازے کے لئے تو ایک وصف چاہئے

بقول شاعر

نگاہ عشق دل زندہ کی تلاش میں ہے
شکار مردہ سزا وار شاہباز نہیں

دل کیا ہے؟ محبت کا مقام اور محل اور دل کی زندگی کیا ہے؟

دل کا محبت سے سرشار ہونا اور محبت تو سراپا درد ہے سوز ہے اطاعت ہے، بھلا کثرت ہنسی کا اس سے کیا جوڑ۔

دل کی زندگی اور موت کا فلسفہ حضور اکرمؐ نے خود بیان فرما دیا۔

ترجمہ:۔ جس دل کا تعلق اپنے رب سے ہے وہ زندہ ہے اور جس کا تعلق اپنے رب سے نہیں وہ مردہ ہے اور یہ تعلق محبت کا ہے اور محبت کا تمام تر سرمایہ محبوب کی اطاعت اور اس کی یاد ہے اسی لئے فرمایا۔

الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب

..................☆☆☆..................

جب مظلوم و مجبور فیصلہ کرتا ہے

تحریر .... اوریا مقبول جان

ٹالسٹائی، دوستوفسکی، ٹرائسکی، چیخوف اور پشکن کے افسانے پڑھتے تو روس کے دیہات کی غربت اور کسمپرسی کی ایک تصویر سامنے آتی۔ بھوک، ننگ، افلاس، بیماری اور استحصال یہ سب کچھ اس معاشرے میں جھلکتا جو ان عظیم مصنفوں نے اپنی شہرہ آفاق تحریروں میں پیش کیا تھا ان تحریروں نے نہ صرف روس بلکہ پورے عالم کو متاثر کیا کون سی ایسی زبان ہے جس میں ان کا ترجمہ نہ ہوا ہو۔ دنیا کے ہر فلمی مرکز یا ٹیلی ویژن سینٹر پر ان میں سے کسی نہ کسی ادیب کی کہانی یا ناول پر کبھی نہ کبھی فلم ضرور بنی ہوگی یا اس کی ڈرامائی تشکیل ضرور کی گئی ہوگی۔ ان جاندار تحریروں نے مفلس و نادار لوگوں کے دکھوں کو اجاگر کیا اور استحصالی طبقے کے ظلم اور ان کے تعین اور عام آدمی کے مسائل سے بے اعتنائی اور لاپرواہی کا رونا رویا۔ یہی تحریریں تھیں جو دنیا بھر میں طبقاتی کشمکش کی بنیاد بنیں، کسانوں اور مزدوروں کے نعرے بلند ہوئے 'بورژوا' پیٹی بورژوا اور پرولتاریہ کے طبقے اور ان کے کردار زبان زد عام ہوئے درانتی اور ہتھوڑا پرچموں پر جدوجہد کی علامت بن گئے۔ ایک تحریک جس کا مینی فیسٹو روس سے میلوں دور لندن کے پکاڈلی سرکس کے پاس سوہو کے علاقے میں تحریر ہوا، جس کے آخری الفاظ تھے ''مزدوروں کو اپنی زنجیروں کے سوا کھونا ہی کیا ہے اور جیتنے کو پوری دنیا پڑی ہے'' وہ تحریک دنیا کے ہر ملک کے حساس ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں کے دلوں میں اتر کر گئی۔ جنوبی امریکہ کے جنگلوں سے چین کی پہاڑیوں تک سب مزدوروں کی فتح اور انقلاب کی باتیں کرنے لگے، شاہکار تحریریں وجود میں آنے لگیں، لکھنے والے جیل گئے، اذیتیں برداشت کیں مگر اس انقلاب کی آرزو میں زندگیاں گزار دیں جو ۱۹۱۷ء میں زار روس کا تختہ الٹ کر دنیا کو حیران کر گیا، بس پھر کیا تھا اب تو ایک ماڈل سامنے تھا۔ ترقی پسند تحریک ہو یا کمیونسٹ پارٹی نیشنل سٹوڈنٹس فیڈریشن ہو یا کسی قسم کی لیبر پارٹی سب ایشیا کو سرخ بنا رہے تھے کوئی لینن کے بیج لگاتا تو کوئی ماؤ کے، کسی کے گھر چی گیورا کی تصویریں ہوتیں تو کسی کے گھر ہوچی منہ کی

میرا بچپن اور جوانی انہیں ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں کو پڑھنے اور ان کے خوابوں اور نعروں کی گونج میں بسر ہوا۔ وہ روس کے اس انقلاب اور وہاں کی زندگی کو ایسے بیان کرتے جیسے کوئی راسخ العقیدہ مسلمان خلفائے راشدینؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے قصے بیان کرتا ہے کل جب میں تاجکستان کے شہر دوشنبے سے اس کے صوبے خلتوں کے مرکزی شہر قلاب کی سمت روانہ ہوا تو یہ سب خواب اور یہ سب خوش بیانیاں میرے ہمراہ تھیں۔ انقلاب کے ۹۰ سالوں نے تو یہاں کے لوگوں کی دنیا ہی بدل دی ہوگی۔ لیکن ایک عجیب وغریب حیرت میرے ساتھ سفر کرنے لگی۔ یہاں تو سب کچھ ویسا ہی ہے جو ستوفسکی ٹالسٹائی اور چیخوف کے افسانوں کی غربت ویسے ہی بلک رہی ہے قلاب ایک اہم شہر ہے لیکن اس شہر میں لوگوں کے پاس پینے کیلئے یا دیگر ضروریات کیلئے نل کا پانی میسر نہیں ہے۔ ہر ہوٹل، گھر یہاں تک کے میئر کے دفتر کے باتھ روم میں بھی بالٹی رکھی ہوئی تھی جس میں پانی چشمے سے لایا جاتا تھا راستے میں جس گاؤں کے پاس رکتے تو وہاں ایک چھوٹے سے قدرتی بہاؤ والے نالے کے پاس عورتیں اور بچیاں ریڑھیوں پر برتن لاتے پانی بھرنے میں مصروف تھیں شام کے دھندلکے میں گرد آلود کچی سڑکوں

اور گلیوں میں یا تو مویشی ہانکتی عورتیں نظر آتیں یا پھر سروں پر خشک جھاڑیاں لادے بچیاں کہ اس سے رات دن اپنے چولہے کی آگ جلا سکیں۔ شریف آباد کے موڑ سے اوپر سنگ سیاہ کے قصبے پر ایک روڈ سائیڈ ہوٹل تھا جو ہمارے بلوچستان کے پسماندہ علاقے کی یاد دلاتا تھا۔ یہاں ایک ماں اپنی چھوٹی چھوٹی بچیوں کے ہمراہ تند دھویں والے لکڑی کے چولہے پر مسافروں کے لئے کھانا پکا رہی تھی۔ ہم نے کھانا کھایا تو ڈرائیور نے کہا یہ خواتین غربت کی وجہ سے کھانے کے علاوہ شب باشی کے لئے بھی میسر ہوتی ہیں جسے یہ لوگ اپنی زبان میں خواستگاری کہتے ہیں رات بھر کی تھکی ہاری یہ پھر صبح پانی بھرنے لکڑیاں اکٹھی کرنے اور کھانا پکانے میں مصروف ہو جاتی ہیں ریلوے لائن کی پٹڑی کے ساتھ چھوٹے چھوٹے ایک کمرے کے سٹیشن جن پر سالوں سے چونا تک نہیں ہوا۔ ٹوٹی پھوٹی مسجدیں جن میں وضو کیلئے پانی کا انتظام نہیں۔ لوگ سلور کی چائے دانیوں میں پانی سے وضو کرتے ہیں چھوٹی چھوٹی ایک کمرے کی دکانیں جن پر لالٹینوں سے روشنی ہوتی ہے اس سارے دیہاتی ماحول کی غربت وافلاس میں صرف ایک ترقی نظر آتی ہے اور وہ یہ کہ اب ۹۰ سال کے انقلاب کے بعد تا جک عورت سینے پر دوپٹہ نہیں اوڑھتی البتہ کوئی چیز جھک کر دینے لگے تو اس کی حمیت اسے مجبور کرتی ہے اور وہ سینے پر ہاتھ رکھ لیتی ہے مردوں کی غلیظ نگاہوں سے بچی رہے۔ لیکن ٹالسٹائی اور دستوؤسکی کی اس غربت میں آپ کو انقلاب کی ترقی بڑے بڑے مجسموں، عجائب گھروں، تھیٹروں، سینما گھروں اور کلچرل سینٹروں میں نظر آئے گی، دوسو افراد کے غریب ترین گاؤں میں بھی کوئی نہ کوئی ایسی بڑی عمارت ضرور موجود ہے جو حکمرانوں کی عظمت کے گن گاتی ہے جس کے باہر کسی انقلاب کے کسی ہیرو کا مجسمہ ہوتا تھا۔ بس اب مجسمہ تبدیل ہو گیا ہے۔ غربت شاید ۱۹۱۷ء سے بھی پیچھے چلی گئی ہے۔

میں سوچ رہا تھا یہ وہی معاشرہ ہے جس کے خواب فیض احمد فیض سے لیکر ساحر لدھیانوی تک اور اختر الایمان سے احمد فراز تک میری قوم کو دکھاتے رہے۔ جن خوابوں کی سزا میں حسن ناصر جیسے کتنے اذیتیں دے کر مار دیئے گئے۔ پورا معاشرہ ایک ایسے خواب کے پیچھے بھاگتا رہا جس کی تعبیر کے بارے میں خود ان لوگوں کو بھی علم تک نہ تھا تو وہ اسی طرح مجسمے، عجائب گھر، تھیٹر اور ثقافتی مرکز دیکھ کر آ جاتے تھے۔ ایسی کہانیاں کہ دستوؤسکی کا دہقان آج بھی اسی طرح ہے مجبور مفلس، قلاش۔

ایسا ہر اس قوم کے ساتھ ہوتا ہے جہاں حکمران صرف خوشحالی دکھانے کیلئے عمارتیں تعمیر کرتے ہیں اور طاقتور کہلانے کیلئے فوج اور مضبوط دفاع پر اپنے لوگوں کا پیٹ کاٹ کر خرچ کرتے ہیں۔ خواب دیکھنے والوں اور حساس ادیبوں نے کبھی کہا کہ پہلے لوگوں کو صاف پانی، بجلی، سڑکیں، صحت اور تعلیم دو پھر باب پاکستان، آرٹس کونسل، نیشنل مانومنٹ، چوکوں میں فوارے، شاہراہوں پر زیب و زینت، قصر صدارت وزارت تعمیر کرو، جن معاشروں میں حکمران عوام کے دکھوں سے بے بہرہ ہو جائیں وہاں انقلاب آئے یا نہ آئے لوگوں کی حالت نہیں بدلتی، بس ایک دن ایسا آتا ہے کہ سب کچھ بکھر کر رہ جاتا ہے کسی کو عظیم سوویت یونین کا مفاد یاد نہیں آتا۔ نہ پرچم قابل عزت رہتا ہے نہ ترانہ اور نہ ہی اس قوم کا بانی۔ لوگ سوچ لیتے ہیں کہ جب اپنے دکھوں، اپنی غربت، اپنی بیماری اور اپنی پریشانی کے ساتھ خود ہی لڑنا اسی میں زندہ رہنا ہے تو پھر ہمیں ایک عظیم مملکت، عظیم فوجی طاقت اور عظیم عالمی طاقت کو خون دے کر پالنے کی کیا ضرورت ہے۔ بس چند لمحے فیصلے کے ہوتے ہیں اور پورا ملک یوں حصوں میں بٹ جاتا ہے جیسے سالگرہ کی موم بتی بجھتے ہی کیک کے حصے بخرے ہو جاتے ہیں۔ شکریہ روزنامہ ایکسپریس

☆☆☆

The heart that is considered to be a mere pumping machine is in fact something incredible. For a comparative study let us take the brain first. It is a collection of membranes and nerves but is a treasure of physical knowledge, having inherent powers to learn and conquer vast fields and to retain a ready memory. But despite all its excellence it did not qualify to receive Divine Revelations. The great blessing was conferred upon Qalb – The subtle heart (a vital organ of the Spirit, located within the physical heart): *Which the True Spirit has brought down, upon your Qalb* (26: 193-194). Thus the capacity of the Qalb turns out to be millions of times more than perceived, its immensity like an ocean without shore, and its greatness beyond measure. The Qalb is not merely a piece of flesh, or a machine, but it is within itself a vast kingdom and a complete universe. The Qulub of the Prophets AS receive and distribute Divine Beneficence while the Qulub of the believers absorb it. But disbelief is a menace, which strips the Qulub of this capacity. Although the one who commits suicide also dies by Divine Decree, but he himself becomes the cause of his death. Similarly continuous sinning leads to the death of Qalb, termed as 'sealing'. According to the Holy Prophet SAW, when a person commits a sin, a black dot appears on his Qalb. If he repents, it is cleared. Otherwise, repeated indulgence in sin results in ultimate darkness of the entire heart. This has been termed as blindness of the Qalb, as well as its death. Now if one continues to live on physically, it is just like an animal. The real superiority a human being enjoys over an animal is his spiritual life. Another thing that comes to light here is that there exists between the Creator and His creation an extremely delicate, subtle and personal relationship, of which no one else is aware. Even the Holy Prophet SAW knew only when Allah disclosed to him how His relationship with some persons had deteriorated to an extent that He had denied them the opportunity to repent. Since this personal relationship differs from person to person, His blessings also vary correspondingly.

The Wisdom behind Collective Zikr

The reason why Sufi masters prescribe collective Zikr is that the Divine Lights diversify from individual to individual. Thus, the greater the number of participants, the greater will be the variety of Divine Lights descending upon them, forming a bouquet of blessings. This also is the secret behind congregational Salat. These rewards lie within the domain of the Qalb. But those who do not care will realize when this material world and its comforts end, and only those blessings shall last which are related to the spiritual life. The oral and mental acceptance carries no weight before Allah, unless supported by the endorsement of the Qalb. Just as the physical body is born into this material world, the Qalb is also given life once is endorses the Divine Message. But practically people concentrate all their attention upon the development of their physical selves, leaving their Qulub to gasp in desperation, and ultimate death. Don't we see how people born as Muslims are plunging into infidelity; with their physical senses intact they have lost the hearing and vision of their Qulub. May Allah protect us!

would simply mean that he has, because of his wrongdoings, lost the inherent capacity to accept the truth.

As for those who disbelieve ... they will not embrace faith.

Those who do not believe in Allah, even after listening to the Holy Prophet[SAWS] directly, are indeed incapable of believing; as there can be none more exalted than the Holy Prophet[SAWS], and no Divine Scripture superior to the one revealed to him. In order to grasp this point, consider that the physical body and the Spirit together constitute a human being. The former has its own needs and is dependent upon many things, of which foremost is the food and the clothing for its survival; but even more important is its health and the medical care. If health is bad, neither food benefits nor clothes give any comfort. While food can be had from anywhere and from anyone, medicine can only be prescribed by a medical practitioner, and we always consult him. The physical body consists of matter, and so do the food and the medicine. Therefore, anyone who gains knowledge of medicine from the physical sciences, whether a believer or a non-believer, man or woman, pious or sinner, can become a doctor.

But the Spirit is from the Realm of Command and is even subtler than the angel. Like the physical body, it has its needs too, which obviously are subtle, not material. And not everyone can become a spiritual healer. It is such a precious skill that people were chosen for it right from eternity, rather specially created. However hard one may strive, this faculty cannot be acquired. In the terms of Shari'ah they are known as Prophets[AS]; who do not prescribe anything at their own but rely on the nourishment and medication provided by Almighty Himself.

A Prophet[AS] has the capacity to directly benefit from the Divine Revelation and the rest of the humanity benefits through him. This is such an important task that not everyone can claim Prophethood, but only those raised by Him. They conveyed His Message to mankind that Allah's Zikr was the basic food of the Spirit, just as wheat was for the body. And just as there are schedules and manners of feeding the physical body, and medication to maintain its health, Zikr and worship too have prescribed timings and methods. The medication for the ailing Spirit is repentance. Like abstaining from certain food-stuff is imperative for physical health, so is the abstinence from certain actions imperative for spiritual health. The needs of the Spirit are as vital as those of the body. Amongst all the Prophets[AS] appointed for the mankind, the last and the leader of all, is a blessing and a Mercy of Allah for the entire universe. If a person cannot see anything is the dark, a candle may be lit for him. If he still cannot see, an electric light may help, or he has to wait for the daylight. But if he fails to see even in broad daylight he has certainly lost his vision. Similarly, anyone sticking to disbelief after the raising of Prophet Muhammad[SAWS], the Final Prophet is indeed incurable. He is the Prophet[SAWS], second to none in elegance and charm, eloquence and oration, chastity, honour and dignity. On top of that, he conveys the Word of none other than Allah Himself. No one, except a heartless can remain unmoved. Therefore, anyone not benefiting from this fountainhead of Divine Guidance and Lights can never gain anything from anywhere.

Allah has set a seal ... a great punishment.

because where the expenditure is limited; the desire to amass wealth will not arise. This will only be possible by total adherence to the Holy Prophet's[SAWS] teachings.

And those who believe in ... and that revealed before you.

A believer must accept from the core of his heart what has been revealed unto the Holy Prophet[SAWS] and also take as true the revelations that had been descended before him unto other Messengers[AS] of Allah. However his actions must conform only to the Final Book. In fact the Divine Scriptures are so honourable and exalted that the denial of any one of them makes a person non-believer though it may not have even reached him. For example, if someone proclaims that he does not believe in the Scriptures revealed unto Prophet Ibrahim[AS], he instantly becomes a non-believer, even if he has no knowledge of what had been revealed therein.

Finality of Prophethood Proved

Had there been any possibility of the continuation of such Prophethood after the Holy Prophet[SAWS] or of any Revelations after the Quran, more would have been said in addition to the mention of the previous Scriptures, because a denial of any forthcoming revelations too would have rendered a person non-believer. But here the words *revealed before you* provide an impressive proof that Prophethood and Divine Revelations have ended with the era of the Holy Prophet[SAWS]. The return of Prophet 'Isa[AS] will not change the situation, because he is already acknowledged as a Prophet[AS] by the believers. There is no possibility of a new Prophet and revelation coming. Those who have claimed Prophethood have only built castles in the air, have deluded themselves and have caused others to go astray.

Although belief in the Akhirah is an essential part of belief in the unseen, yet its importance is such that the entire structure of human life is based upon it. It calls for an exceptionally strong and firm belief, which compels a believer to consider the eternal consequences of actions before hand, and at every step be mindful of the do's and don'ts laid down by the Holy Prophet[SAWS]. As a result, his life begins to mould on the pattern of the Sunnah. The reason for the prevalent waywardness in today's world is the weakness of belief in the Akhirah. The perfect faith is one's total acceptance from the core of the heart and such sure-footed believers are the ones who are guided towards the right path by their Rabb, and are successful. It was expected of His Providence to provide His creation with guidance. Just as He gave the sense of fulfilling physical requirements to every being, He has also shown the ways of achieving spiritual comfort and peace. Those who follow His guidance become truly successful.

Every human being strives for success in each aspect of his life. Every one has devised one's own criteria of right and wrong, which cannot be termed as absolute. The real standards are those set by the Creator of the universe. The guidance about these criteria began with Prophet Adam[AS] and continued through the ages, concluding on the Holy Prophet[SAWS]. If even after the advent of the Holy Prophet[SAWS] one fails to embrace faith, it

our can provide an access to such knowledge. This bond of trust has been weakened considerably by the span of time, which, coupled with the darkness of modern age, has deprived the Muslims of the twinge that pierces the heart when it feels the nearness of the Holy Prophet-SAWS. Given that trust, one believes in the unseen without any logical explanation, whereby the teachings of the Holy Prophet-SAWS become the most authentic evidence on any issue. This faith drives a believer to mould his practical life according to the pattern required for attaining Allah's nearness. The very first step towards this nearness is Salat.

Those who establish Salat

This establishment does not refer only to offering Salat, but also to the prerequisites attending his important obligation. It is an unwavering thoughtfulness to attend congregational Salat in the mosque. It is a resolve extending from ablution to the whole range of the components of Salat. Establishment does not end here, but reaches its zenith when a person influences and inspires those he comes across, to indulge in Salat. This last level is difficult to be achieved by commoners; however, every one should at least offer his Salat properly and in time.

And spend out of that which We have given them.

See the effect of belief in Allah and the realization of His nearness, that for Him, a believer can sacrifice all that a non-believer would die for. Although the Arabic word Infaq is translated as paying of Zakat and other charities, but infact it refers to the economic aspect of practical life. Economics is the most pressing issue of human life in every society. It is the root cause of social evils like robbery, bribery and usury, and the experts of all Schools of Thought seek to rectify this situation. However, the method prescribed by the Quran for its reform is unique, which is to spend according to Allah's Command. Obviously, if a person has to spend according to the Orders of Allah, why should he earn unlawfully. And the injunction *Out of that which We have given them* is so clear. When the Bestower is Allah why should one adopt illegitimate means to attain wealth? The difference is only of human outlook and view point. When the subsistence is from Allah, then a person will only get what has already been proportioned for him, whether he steals or works hard to earn it. Infact everything bestowed by Allah on a human being falls under subsistence; his body and soul, his intellect, the physical strength, knowledge and the cognition or any skill. The right way of spending them is for His pleasure and for His cause. This is no fable, but history bears witness to the noble society built on this foundation; its vestiges are present even today and shall Insha Allah remain forever.

Tasawwuf is not to be Concealed

The Ayah also alludes to Tasawwuf, the most precious of Allah's bounties. It is not to be concealed, but conveyed to others. A Muslim is not only accountable for scrutinizing the permissible and the forbidden while earning hiss livelihood, but is also responsible for the manner in which he spends his wealth. He is not to spend a single penny against the wishes of Allah, a golden rule laid down only by Islam. Practically, it is most effective

this link is removed, they being the spokesmen and interpreters of the Prophethood. They are the ones who heard and understood the Quran directly from the Holy Prophet-SAWS, acted upon its injunctions in his presence and he himself endorsed their actions. Centuries have gone by, every wave rising from the darkness of schism always targets them, but is invariably forced to recede to its origin duly shattered. Influenced by the false and insidious propaganda of Tabri and Kalbi, some indiscreet Muslims also attempted to sit on judgement on them. Allah be Glorified! Despite all odds, their exalted status stands impeccable. The strength of the evidence provided the Quran in their favour leaves the critics hapless. Therefore, the Divine declaration: *This Book is without the slightest of doubts,* stands substantiated.

Indeed the status of Companionship signifies a special attribute not attainable outside the company of the Holy Prophet-SAWS. It is incorrect to argue that the saying: 'all the Companions-RAU are righteous and fair', refers only to their religious endeavour and not to their personal lives. It is against all logic that a sinner can at the same time be so truthful and trustworthy as to be entrusted with the responsibility of conveying the everlasting Divine Message to mankind. The enemies of Islam base their objections on the incident of Hadhrat Ma'iz, which in all fairness, is an exemplary repentance and should be quoted in the praise of Companions-RAU. And there have been only two such incidents over a period of sixty-three years. In a nutshell, these noble, pious and exalted souls are the living proof of the authenticity of Islam.

Guidance for the Muttaqin

In the general sense of guidance and calling towards the truth, the Quran is meant for the entire mankind, but it shows the right path to only those who develop in them the will to go along. The faculty is called Taqwa. Taqwa is generally translated as 'fear', which does not convey its true meaning. It actually denotes a particular from of fear, an apprehension of the possible annoyance of the most beloved. It is a strong feeling, a ready disposition to sacrifice everything for the beloved. It is the will, the resolve that restrains all desires, intentions, thoughts and actions only for the fear of displeasing Allah. And if unwittingly, a human error occurs; the feeling of guilt hurts and compels one to repent. Now then, how is Taqwa acquired and what are the characteristics and virtues of those who posses it?

Those who believe in the unseen

The first and the foremost prerequisite is the belief in the unseen. Those who trust and believe the word of the Holy Prophet-SAWS in all matters that are beyond the scope of human senses. The greatest of all the unseen is Allah Himself. Although His Attributes reflect abundantly in His creation, yet He Himself can neither be seen nor conceived, because no similitude exists to facilitate the imagination. Then there are other mysteries pertaining to the Akhirah, the Paradise and the Hell, the Rewards and the Retribution; the Questioning in the Grave and the Resurrection; the Angels and the Guarded Tablet; indeed they believe in every transcendental reality divulged by Allah's Prophet-SAWS. This belief is based entirely upon the trust in the Holy Prophet-SAWS, for no intellectual endeav-

and integrity by calling him Sadiq and Amin (truthful and trustworthy). The impeccable life of the Holy Prophet[SAWS] is a manifestation of his Prophethood. Whereas miracles and rationales establish his Prophethood beyond doubt; his pure, spotless and immaculate pre-Prophetic life provides the most assertive evidence. The Holy Prophet[SAWS] (addressing the Makkans) has said: "I have lived my life amidst you before this, can you accuse me of any falsehood?" *By your life (O Prophet)! And, your morals touch the heights of excellence attainable by a human being* (68:4), are the Divine declarations of the sublimity of this source. Hence, the Message of Allah is true. The Angel assigned to deliver it is too exalted to be doubted and His Prophet[SAWS] is indeed the most truthful. The entire foundation of Islam is on truth, nothing but the truth. However, the entire mankind does not have a direct access to the Prophetic source and between him and the Ummah is a whole class of intermediaries, who heard the Divine Word directly from the Holy Prophet[SAWS], understood it, practiced and conveyed it to the rest of mankind.

Integrity of the Companions[RAU]

If, Allah forbid, this link is questioned, the Divine Declaration: '*This is the Book, in which there is not the slightest doubt*', may not be proved. No one shall dare question the integrity of the Holy Prophet[SAWS] and the Angel; but the Companions[RAU] not being innocent like the Prophets, may not be spared by the critics. And what if they actually misquote some facts? It would simply render the entire structure of Islam doubtful. Therefore Allah discusses them at length in the Quran and declares their faith as the standard, their truthfulness exemplary and ordains adherence to their model. Quote:

(1) *And if they believe as you believe, they are rightly guided.* (2:137).

(2) *As for those who led the way and of those who gave them aid and those who follow them in good deeds, Allah is well pleased with them and they with Him.* (9:100)

(3) *Those who lower their voice in the presence of Allah's Messenger, their hearts Allah has tested for piety.* (49:3)

(4) *Not those are believers who have believed in Allah and His Messenger, and have never since doubted, but have striven with their belongings and their persons in the Cause of Allah they are the truthful.* (49:15)

He does not praise them after observing their conduct, but declares that it was in My infinite knowledge and I had revealed their attributes in Torah and Bible even before their birth, that they would by My creation par excellence after the Prophets[AS]. Indeed it was imperative that those carrying the ever-lasting Din from the Holy Prophet[SAWS] to the entire mankind be of exemplary character, who would spare no pains in the service of Allah! The fact is that these great men were not only the gallant guardians of Din during their lives in Makkah and Madinah and in their encounters with the Roman and Persian Empires, but also continue to act as its sentinels. Even today Islam cannot reach mankind if

4. And those who believe in what has been sent to you and that sent before you and are sure of the Akhirah.

5. It is they who are truly guided by their Rabb and it is they who are successful.

6. As for those who disbelieve, it makes no difference to them whether you warn them or not, they will not believe.

7. Allah has set a seal on their hearts and their hearing, and on their eyes is a veil. And for them is a great punishment.

The Secrets of Revelation

ALIF, LAM, MIM. This is the Book, in which there is not the slightest doubt.

Alif Lam Mim and similar Isolated Letters often precede Surahs of the Quran. Believing in them is necessary and efforts to decode them unnecessary. These Letters are a secret between Allah and His Prophet-SAWS only. A believer benefits from their recitation even without knowing their actual meanings. The Holy Quran is a Book having no room for the slightest doubt. Thus, to benefit from this Book, revealed in response to the prayer, it is imperative that the reader must not doubt its content, whether dealing with past or future, as there is no chance, whatsoever, of any error in it. Generally, books or literature discussing supernatural phenomenon beyond the scope of human senses are not presented with absolute conviction even by their authors, because all their conclusions are based on assumptions. But, the Revealer of this Book is Allah, Whose Knowledge is all encompassing, thorough and perfect. He knows everything from the very beginning till the very end. Thus, the facts unfolded by Him are beyond any doubt. And to further eliminate any scepticism, Allah certifies the veracity and trustworthiness of all connections and sources, which convey His Message to mankind.

The Sources of Conveying the Divine Message

The first source is the Angel who conveyed Allah's Message to the Holy Prophet-SAWS. Mark his introduction: *This is in truth the word of an honoured Messenger-AS. Mighty, established in the Presence of Rabb of the Throne. One to be obeyed, and trustworthy.* (81:19-21). And note that he is trustworthy, mighty and honourable, attendant of the Divine Court. He is so strong that no one can snatch Allah's Message from him, or compel him to add or subtract anything from it. Although all angels are created from light but amongst them too are the commoners and the elite. The Angel mentioned here is Jibril-AS; he is the leader of them all and is obeyed by all. Allah testifies his honesty and integrity and he indeed is the direct source of delivering Allah's Book to the Holy Prophet-SAWS.

The second source is the Holy Prophet-SAWS; who is an embodiment of truth. Not only has the Quran testified his truthfulness, but also his worst enemies acknowledged his honesty

ASRAR UT-TANZIL

AL-BAQARAH

(THE COW)

Salient Features

1. **Revealed at Madinah.**
2. **The Longest Surah of the Quran.**
3. **Contains 40 Sections and 286 Ayat.**

****

Surah 2 Al-Baqarah **Part I**

Surah al-Baqarah

This Surah, with reference to its revelation, is Madni and some of its Ayat and injunctions pertain to the very last period of Quran revelation, but in order of placement it is in the very beginning. The Quran, an answer to the prayer contained in al-Fatihah, begins with this Surah. There was a basic difference in the life patterns of Makkah and Madinah. The addressees of Divine Revelation at Makkah in general, were the pagans and the idolaters; but at Madinah there were people who considered themselves to be the nearest to Allah the true followers of Prophet Musa[AS]. Whereas, in reality, over the passage of time, they had not only forgotten his teachings, but had also distorted the Divine Scriptures. They had replaced worship with rituals, and true faith with absurd beliefs. Despite this they claimed to be on the right path. The Quran in the first place, highlighted the difference between belief and disbelief. Thus the very first Ayah of this Surah also spells out the fundamentals of Islam.

Section 1

In the Name of Allah, The Most Gracious, The Most Merciful.

1. ALIF, LAM, MIM.

2. This is the Book, in which there is not the slightest doubt. Guidance for the Muttaqin.

3. Those who believe in the unseen and establish Salat and spend out of what We have given them.